

فرضیت فطرانہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزے دار کو لغو اور شہوت انگیز گفتگو سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے فرض قرار دیا ہے۔ جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کیا اس کا صدقہ (فطرانہ) مقبول ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقہ شمار ہوگا۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۶۰۹)

جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ مسلمانوں کے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا ہے۔ اور لوگوں کو نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

احکام عید الفطر

①..... **غسل کرنا:** ایک آدمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: اگر تم چاہو تو روزانہ غسل کرو۔ اس نے کہا: جس غسل کو غسل کہا جاتا ہے میں اس کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ غسل جمعہ، عرفہ، قربانی اور عید الفطر کے دن ہے۔ (بیہقی، کتاب صلاۃ العیدین: ۲۷۸/۳، مسند شافعی: ۳۸۵) ②..... اگر عید کے روز ہی جمعہ ہو تو عید کی نماز پڑھ لیں پھر جمعہ کی رخصت ہے۔ (ابوداؤد: ۱۰۷۰، نسائی: ۱۵۹۰، ابن ماجہ: ۱۳۱۰) ③..... عید کے لیے نہ اذان ہے اور نہ ہی تکبیر۔ (صحیح مسلم: ۸۸۵) ④..... عید کے روز عید گاہ میں عید کی نماز کے علاوہ کوئی نفل نماز نہیں۔ (صحیح بخاری: ۹۸۹، ۹۶۴، صحیح مسلم: ۸۸۴) ⑤..... نبی ﷺ عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا کر نکلتے اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد کھاتے۔ (ابن خزیمہ: ۱۴۲۶، ابن حبان: ۵۹۳) ⑥..... راستہ بدل کر آنا۔ (صحیح بخاری: ۹۸۶) ⑦..... عید الفطر کے روز طاق کھجوریں کھانا مسنون ہے۔ (صحیح بخاری: ۹۵۳) ⑧..... عید کی نماز کا وقت وہی ہے جو اشراق کی نماز کا ہے۔ (ابوداؤد: ۱۱۳۵) ⑨..... گھر سے لے کر عید گاہ تک تکبیرات کہنا۔ (بیہقی: ۲۷۹/۳) ⑩..... عید کی نماز بستی سے باہر نکل کر ادا کرنا۔ (صحیح بخاری: ۹۵۶، صحیح مسلم: ۸۸۹)

عید گاہ میں عورتوں کا جانا: عیدین کی نماز میں عورتوں کو بھی لازمی شرکت کرنی چاہیے۔ جو عورتیں ایام ماہواری میں ہوں وہ بھی عید گاہ کی طرف جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہو جائیں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۱، صحیح مسلم: ۸۹۰)

عورتیں عید گاہ کی طرف زیور پہن کر جاسکتی ہیں۔ صحابیات رضی اللہ عنہن عید کے روز زیور پہن کر گئیں۔ جب نبی ﷺ نے انھیں وعظ و نصیحت کی اور صدقے کا حکم دیا تو انھوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دیں۔ (صحیح بخاری: ۹۸)

تکبیرات عید: سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۹ ذی الحج کی فجر سے لے کر ۱۳ ذی الحج کی عصر تک تکبیرات کہتے۔ (بیہقی: ۲۷۹/۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر کے دن گھر سے لے کر عید گاہ تک تکبیریں کہتے جاتے۔ (بیہقی: ۲۷۹/۳)

تکبیرات کے الفاظ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ کہتے:

((اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ وَ أَجَلُّ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.)) (ابن ابی شیبہ: ۱/ ۴۸۹، ۴۹۰)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اس طرح تکبیرات کے الفاظ آئے ہیں:

((اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا.)) (بیہقی: ۳/ ۳۱۶)

نماز عید ادا کرنے کا طریقہ: نبی کریم ﷺ عید گاہ پہنچ کر پہلے دو رکعت نماز کی امامت کراتے پھر خطبہ دیتے اور لوگ صفوں میں بیٹھتے رہتے خطبہ میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور حکم دیتے پھر واپس لوٹتے۔ (صحیح بخاری: ۸۸۹)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ با وضوء ہو کر قبلہ رخ ہوں اور نماز عید کی نیت کے ساتھ دو رکعت نماز اس طرح ادا کریں کہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کندھوں یا کانوں تک اٹھائیں پھر سینے پر باندھ لیں۔ دعائے افتتاح پڑھیں پھر قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں۔ (ابوداؤد: ۱۱۵۱، بیہقی: ۲۸۵/۳، دارقطنی: ۲۸۲/۲) تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کریں اور ہاتھ باندھ لیں کیونکہ قیام میں بالاتفاق ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ تکبیرات کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ اس کے بعد امام پہلی رکعت میں سورۃ ﴿ق﴾ یا سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ پڑھے۔ (صحیح مسلم: ۸۹۰، ۸۷۸)

پھر رفع الیدین کے ساتھ تکبیر کہہ کر رکوع کریں۔ غرض پھر جیسے عام طور پر نماز پڑھتے ہیں پڑھیں۔ اس طرح رکعت مکمل کر کے اٹھیں۔ دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں مع رفع الیدین کہیں اور اس رکعت میں امام فاتحہ کے بعد سورۃ قمر یا غاشیہ پڑھے۔ (صحیح مسلم: ۸۹۱، ۸۷۸) پھر حسب معمول رکعت مکمل کریں۔ نماز سے فارغ ہو کر خاموشی سے امام کا خطبہ سنیں۔ نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہی مسنون ہے۔ جمعہ کی طرح دو خطبے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (مولانا مہشر احمد ربانی رحمہ اللہ)

سہ ماہیہ
مولانا ابوبکر صدیق السلفی
بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

23 رمضان المبارک 1434ھ جمعہ المبارک 02 تا 08 اگست 2013ء

مسک احمد ریشکا داعی و ترجمان

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

شماره 31 جلد 65

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی 0333-4786507

کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد 0344-4656461

✽ جواہر پارے

✽ کلمہ طیبہ

✽ احکام عید الفطر

✽ اداریہ

✽ عید عید نبوت میں

✽ تفسیر سورۃ الصفۃ..... (۱۵)

✽ دروس قرآن

✽ دروس حدیث

✽ اربعین اعتقادی..... (۵)

✽ ارکان اسلام

✽ صیام رمضان من الإسلام

✽ تعلیم و تربیت

✽ نیکی کی راہیں

✽ نقطہ نظر

✽ عدل و انصاف کے راہ نامہ اصول

✽ حالات حاضرہ

✽ پاکستان کا مطلب کیا؟

✽ عید مبارک

✽ شہر و ادب

✽ عید مبارک

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال سنگھ برائچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی ہرچہ : 12/- روپے
سالانہ : 500/- روپے
بیرونی ممالک سے : 200/- ریال
60/- ڈالر امریکی

بہارِ اسلامیہ

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

عید عہد نبوت میں

اپنی جماعت ہی نہیں اپنے دور کے صاحب طرز انشا پردازوں میں حضرت سلفی رحمہ اللہ ایک ممتاز مقام کے حامل تھے کہ وہ ادب و طنز سے بھرپور کاٹ دار جملوں سے بہت عقدے حل فرما جاتے تھے۔ اس مرتبہ ادارے کی جگہ ۱۹۶۵ء کا الاعتصام کے عید نمبر کے لیے لکھا ہوا حضرت کا یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ جسے ۱۹۶۸ء میں علامہ احسان الہی ظہیر رحمہ اللہ نے شائع کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت نے کس قدر ہلکے پھلکے انداز میں جدت و بدعت کی نشان دہی فرمادی ہے۔ (ادارہ)

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے اس خطے میں وہ ساری برائیاں موجود تھیں جو کسی مٹنے والی قوم میں ہو سکتی ہیں۔ ان میں بت پرستی موجود تھی۔ وہ شرک پر مصر تھے۔ ان کی بد اخلاقیوں اس قدر بڑھ چکی تھیں کہ وہ خود ان سے تنگ آ چکے تھے۔ ان کے اخلاق پر دو گونہ غلامی کے اثرات تھے۔ ابراہیمی کہلانے کے باوجود خوشی اور غمی کے ایام میں عادات و اطوار میں وہ دوسروں کے نقال اور مقلد تھے۔ ایک طرف ان پر رومن امپائر اثر انداز تھی دوسری طرف فارسی شاہنشاہیت اور یہودی ساہوکاروں کے اثرات اس کے علاوہ تھے۔ عید کے معاملے میں وہ مجوسی عیدوں کے پابند تھے۔ کسی قوم کی ذلت کی یہ انتہا ہے کہ وہ غم اور خوشی میں دوسروں کی نقال ہو اس کی اپنی قوم اور اپنی تاریخ اس معاملے میں کوئی راہنمائی نہ کرے یا قومی تاثر کو ویسے ہی چھوڑ چکی ہو۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت:

آنحضرت ﷺ فداہ ابی و اُمی کی بعثت نے عرب میں ایک ایسا انقلاب برپا فرمایا جس سے زندگی کے تمام گوشے متاثر ہوئے، شرک کی جگہ توحید نے لے لی، بت پرستی کی جگہ ایک اللہ کی عبادت کا ذوق پیدا ہوا۔ غلامی کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگیں۔ حتیٰ کہ فارسی عیدوں کو بھی خیر باد کہہ دیا گیا۔ نوروز کے اثرات سے ذہن پاک ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے ایک ایک فقرے پر غور فرمائیے کہ آپ ﷺ نے صنادید عرب کو کس قدر استقلال بخشا اور انھیں اپنی استقلال عطا فرما کر کس قدر اونچا کر دیا کہ جن کے وہ نقال تھے ان کے مقتدا بن گئے۔

((عن انس بن مالک قال کان لاهل الجاہلیۃ یومان فی کل سنۃ یلعبون فیہما فلما قدم النبی ﷺ المدیۃ قال کان لکم یومان تلعبون فیہا وقد ابدلکم اللہ بہما خیرا منہما: یوم الفطر و یوم الاضحی .)) (سنن نسائی: ۱/ ۱۸۶)

”حضرت انس فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں عرب نے سال میں عید کے دو دن مقرر کر رکھے تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشی کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان دو دنوں کی بجائے، جن میں تم عید سمجھ کر کھیلتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے بہتر دوسرے دو دن بدل دیے ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔“ اس حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱: خوشی اور مسرت زندگی کا جزو ہے۔ چہرہ میں عبوس (شکں آلود پیشانی)، مزاج کی خشکی، یہ دیانت داری اور تقویٰ کی نشانی ہے، نہ ہی اسلام نے زندگی کے اس انداز کو پسند فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ فداہ ابی و اُمی بے حد خوش مزاج تھے۔ بچوں تک سے مذاق فرماتے، بوڑھوں سے خوش طبعی کی باتیں کرتے پھر عجیب یہ ہے کہ اس مذاق میں نہ فحش ہوتا نہ جھوٹ۔ بہ ظاہر خوش طبعی اور مذاق ہوتا اور مقصد صحیح ہوتا۔ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ طلب کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((لاحملتک علی ولد الناقۃ .)) ”میں تمہیں اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا۔“

سائل پریشان ہوا۔ اس نے کہا حضرت! میں بچے کو کیا کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: ((ہل تلد الجمل الا الناقة.)) ”اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔“

ایک ابا عمیر نامی بچے کی چڑیا مر گئی۔ آپ نے مزاحاً فرمایا: ((یا ابا عمیر ما فعل النغیر.)) ”ابا عمیر تمھاری چڑیا کو کیا ہوا۔“ ہمارے بعض علماء اور صوفی حضرات چہرے کی عبوس کا نام تقویٰ اور زہد سمجھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ بہت خوش مذاق تھے۔ اس کے ساتھ طبیعت کا رجحان فحش کی طرف قطعاً نہ تھے۔ لم یکن فاحشاً ولا متفحشاً۔ (شمائل)

۲: دوسری قوموں کی نقالی قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔ حدیث شریف کے الفاظ قد ابدلکم اللہ بہما خیرا۔ سے ظاہر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سابقہ رواج کو یکسر بدل دیا اور قومی استقلال کے لیے یہ ضروری ہے کہ غیر مسلم قوموں کی نقالی اور فساق اور اہل فجور کے تشابہ سے بچا جائے۔ یہی ایسا مقام ہے جہاں عصیبت کی ضرورت ہے۔ قومیں اسی طرح قوموں کو ضم کر جاتی ہیں۔ آج ہمارے ہاں تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقہ اسی نقالی کا مریض ہے۔ کوئی فیشن کتنا قبیح کیوں نہ ہو۔ ہمارے نوجوان اور ہماری مستورات فوراً اس پر لپکتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس جدت پسندی نے اسلامی رسوم و عوائد (خوشی کے بار بار آنے والے ایام) کے ساتھ وابستگی کم کر دی ہے اور اس عصیبت کا فقدان ہمیں اسلام کی روح سے بھی نا آشنا کر رہا ہے۔

ہمارے ایک خاص فرقے نے ملک میں کئی بدعتیں ایجاد کی ہیں۔ اسلام اور ائمہ اسلام کے اسوہ میں اس کی کوئی سند نہیں اس لیے وہ غیر مسلم اقوام کی سنت سے استناد کرتے ہیں۔ حالانکہ غیر مسلم قوموں کی عادات ہمارے لیے قطعاً اقتداء اور استدلال کے قابل نہیں۔ شب برات کی چراغاں آتش بازی اور میلاد کے جلوس کسی دینی اساس پر مبنی نہیں اور اب تو یہ عادات تقاحش اور بے حیائی کی حد تک پہنچ رہے ہیں۔ اگر اس تقاحش کو بروقت نہ روکا گیا تو یقیناً مزید خطرات کا موجب ہوگا۔

۳: جاہلیت کی عیدوں میں عبادت اور ذکر الہی کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ زیادہ سے زیادہ اس میں شاعری کی راہ سے زبان کی خدمت ہوتی تھی۔ اور وہ بھی آئندہ جنگ کا پیش خیمہ ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ فدائے الہی اور امی نے عید کے موقع پر مختصر سی عبادت و ذکر الہی کا التزام فرمایا۔ مردوں اور عورتوں کو تاکید فرمائی کہ وہ عید کے اجتماع میں شریک ہو جائیں۔ لیکن اس اجتماع کو بھی جاہلی جلوسوں سے ممتاز رکھا۔ بلکہ ہر آدمی انفرادی طور پر مقام عید پر پہنچ کر نماز میں شریک ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر انفرادی طور پر واپس گھر پہنچ جائے۔ نہ جلوس نکلنے کے لیے مقام کا تعین فرمایا نہ جلوس کے اختتام کے لیے کوئی میدان مقرر فرمایا گیا۔ اجتماع کو صرف عبادت تک محدود رکھا۔ اللہم صل وسلم علیہ پورے دن کی مسرت لباس خوراک خوش طبعی کی انفرادی مجالس تک محدود ہو گئی اور ہنگامہ بپا نہ کیا گیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی بچیاں پرانے جنگوں کے واقعات کو اشعار اور نظموں کی صورت میں خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔ اس میں بھی مبالغہ آمیزی غلو اور فحش گوئی ممنوع تھی۔ ایک لڑکی نے آنحضرت ﷺ کی نعت میں فرمایا: ”وینا نبی یعلم ما فی غد.“ ”ہمارے نبی کل کی باتیں جانتے ہیں۔“ اسے روک دیا چھوٹی نابالغ بچیاں اپنے قومی محاسن اور مشاعر کو نظموں میں پڑھیں، خوش آوازی سے پڑھیں، اس میں کچھ حرج نہیں۔ ملی ذہن کو عبوس اور بد مزاجی سے بچانا چاہیے۔ یہی عید کی روح ہے۔

ایک عید بھوک کی یادگار ہے۔ رمضان المبارک خوراک کے غیر معتاد نظام کے ساتھ ختم ہوا۔ اس امتحان میں کامیابی کے بعد ایک دن مسرتوں کے لیے وقف ہو گیا۔ دوسری عید میں حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی جفاکشی اور ہجرت اور ان مصائب میں کامیابی پر مسرت فرمائی گئی۔ اس پاکیزہ خاندان کی وفاداریوں اور صبر آزما نیوں کو تاریخی حیثیت عنایت فرما کر بقاء دوام عطا فرمایا گیا: و تر کنا عنہ فی الاخرین سلام علی ابراہیم۔

ملت کو اغیار کی نقالی سے بچایا اور اپنی تاریخ کو عملاً زندہ فرما دیا گیا۔ اکابر کی قربانیاں آنے والوں کے لیے اسوہ اور زندگی کا پیغام بن گئیں۔ عید کے موقع پر اظہار مسرت کے لیے جنگی مشقوں کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ تھوڑے عرصے کے لیے یہ مشقیں صحن مسجد کی زینت بنیں اور جہاد اور دفاع کے پیش نظر مرد و اسے دیکھتے ہی تھے عورتوں کو بھی اجازت دی گئی کہ اگر وہ پسند کریں تو اس دل نواز منظر کو ملاحظہ کریں۔

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

جب درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ

لَهُمُ الْآمَنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ [الانعام: ۸۲]

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے

ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے

اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں سے کون ہے جس نے ظلم نہیں

کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں نہیں جیسے تم کہتے ہو، ظلم سے مراد شرک

ہے تم نے حضرت لقمان کا قول نہیں سنا: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

عَظِيمٌ﴾ (صحیح بخاری: ۳۲ وغیرہ)

آیت کا باقی حصہ ﴿وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ مِنْ دُونِ

اللّٰهِ بھی اسی کا مؤید ہے۔

﴿وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ واؤ عاطفہ ہے یا معیت کے لیے ہے کہ ظالموں

کو ان کے ساتھیوں کے ہمراہ اکٹھا کرو۔ جمہور مفسرین ”ازواج“ سے

ہم مشرب، ہم نوالہ وہم پیالہ مراد لیتے ہیں۔ یہی قول حضرت عمر اور

ابن عباس وغیرہا کا ہے، یعنی یہودی یہودی کے ساتھ، عیسائی عیسائی

کے ساتھ، مشرک مشرکوں کے ساتھ، چور چوروں کے ساتھ، زانی

زانیوں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ علیٰ ہذا القیاس۔

قرآن مجید میں ”ازواج“ کا اطلاق ہم مشرب اور جوڑے پر کئی

مقامات پر ہوا ہے۔ سورہ یٰس میں ہے:

﴿سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ

الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ﴾

[یس: ۳۶]

﴿أَحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا

يَعْبُدُونَ﴾ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَأَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ

الْجَبِّمِ﴾ [الصّٰفّٰت: ۲۲، ۲۳]

”اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں

کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر

انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔“

فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو اکٹھا کرو۔

حشر کے معنی لوگوں کو ان کے ٹھکانہ سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی وغیرہ

کی طرف لے جانا ہے۔ یہ لفظ انسان اور غیر انسان سب کے لیے

استعمال ہوتا ہے۔ قیامت کے دن کو یوم الحشر بھی کہا گیا ہے کہ اس

دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ جیسا کہ اسے یوم البعث اور یوم النشور

کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ (مفردات)

﴿الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ اس سے مراد مشرکین و کفار ہیں۔ ظلم کا

اطلاق شرک و کفر پر متعدد آیات میں ہوا:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔

نیز فرمایا:

”اور اللہ کو چھوڑ کر اس کو مت پکارو جو نہ تجھے نفع دے اور نہ

تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تُو نے ایسا کیا تو یقیناً تُو اس

وقت ظالموں سے ہوگا۔“ (یونس: ۱۰۶)

اسی طرح کافروں کے بارے میں ہے:

﴿وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [البقرة: ۲۰۴]

”اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔“

كُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا زَوْجُرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْبَعُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ [الأنبياء: ۹۸-۱۰۱]

”بے شک تم اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔ بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔“

حافظ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کی ”السيرة“ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے وہاں بہت سے قریشی بھی بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بات کی تو نضر بن حارث آڑے آ گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے بات کی حتیٰ کہ وہ لاجواب ہو گیا پھر آپ نے قرآن مجید کی یہی آیت ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ اور کئی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن زبیری وہاں آ کر بیٹھ گیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا واللہ! نضر بن حارث تو ابن عبد المطلب سے ہمارا، اُس نے تو کچھ بھی نہیں کیا اور محمد ﷺ کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود جہنم میں جائیں گے۔ عبد اللہ بن زبیری نے کہا: واللہ اگر میں ہوتا تو ان سے بات کرتا۔ محمد ﷺ سے پوچھا اگر اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ اپنے عبادت گزاروں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے تو ہم فرشتوں کی، یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر حاضرین مجلس بڑے خوش ہوئے اور کہا یہ جواب بہت ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے جب اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے علاوہ ہر وہ معبود جو پسند کرتا ہے کہ میری عبادت کی جائے وہ

”پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ نہیں جانتے۔“

اسی طرح سورۃ الزخرف (آیت ۱۲) میں ہے:

﴿وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ [الزخرف: ۱۲]

”اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے۔“

یہ جوڑے دو متقابل چیزوں میں ہوتے ہیں جیسے مرد و عورت، درختوں اور نباتات میں بھی نر و مادہ۔ یہ جوڑے دو متعارض و متقابل چیزوں میں بھی ہوتے ہیں جیسے موت و حیات، سردی و گرمی، رات اور دن، خوشی و غمی، صحت و بیماری، دھوپ اور سایہ وغیرہ۔ بلکہ جوڑے کا اطلاق مماثلت رکھنے والی اشیاء میں بھی ہوتا ہے جیسے ایک جوتا دوسرے کا زوج یعنی جوڑا ہے۔ قرآن مجید میں ”زوج“ چودہ (۱۴) معنوں میں استعمال ہوا ہے جس کی تفصیل علامہ مجدد الدین فیروز آبادی کی کتاب بصائر ذوی التمییز (۱۴۲/۲) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ازواج کا لفظ شوہر اور بیوی کے معنی میں بھی بہ کثرت بولا گیا ہے اس لیے بعض نے یہاں ازواج سے مشرکین کی بیویاں مراد لی ہیں۔ اور بعض نے اس سے مشرکین اور ان کے شیاطین ساتھی مراد لیے ہیں۔

﴿وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ مشرکوں کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے علاوہ، ان کے سب معبودوں کو جمع کرو۔ تاکہ وہ اپنے ساتھ اپنے ان معبودوں کا انجام بھی دیکھ لیں اور ان کی خجالت میں مزید اضافہ ہو۔ علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ ”ما“ عام ہے جس میں اصنام، ملائکہ، حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی شامل ہیں مگر اس سے ملائکہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں جہنم سے آزادی کا پہلے سے فیصلہ فرمادیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ اَنْتُمْ لَهَا وِدْدُونَ ۝ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ اِلٰهَةً مَا وَرَدُوْهَا وَ

اپنے عبادت گزاروں کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔ فرشتے، حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا (ان کے نام سے دراصل) وہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ [الأنبياء: ۱۰۱]

یعنی عیسیٰ و عزیر علیہ السلام اور ان کے علاوہ جن احبار و رہبان کی پرستش کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے۔ ان کے بعد گمراہ لوگوں نے انھیں معبود بنا لیا۔ (ابن کثیر: ۱۶۷/۳)

۲: دوسرا قول یہ بھی ہے کہ ﴿وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ۵ مِنْ دُونِ اللَّهِ سے مراد شیاطین ہیں جو بزرگوں کے نام پر ان کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ جاہلوں نے جب ان کی بات تسلیم کر لی تو گویا وہ ان شیاطین کے عبادت گزار بن گئے۔ اسی لیے قیامت کے روز مجرموں سے کہا جائے گا:

﴿الْمَ أَعْبَدُ إِلَٰهَكُمْ يَا بَنِي آدَمَ ۖ أَفَلَا تَعْبُدُونِ﴾ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝﴾ [یس: ۶۰]

”کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کی تھی اے اولادِ آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

لیکن اس تاویل میں اور پہلے قول میں کوئی جوہری فرق نہیں کہ اس سے مراد شیاطین بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی پرستش ہوتی ہے وہ دراصل شیطان کی پرستش ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهْلُوا ۖ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۝﴾ [سبا: ۴۰، ۴۱]

”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں

گے تو پاک ہے، تو ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ، بلکہ وہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کے اکثر انھی پر ایمان رکھنے والے تھے۔“

۳: بعض نے ﴿وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ۵ مِنْ دُونِ اللَّهِ سے مراد بت لیے ہیں کیونکہ ”ما“ غیر ذی العقول کے لیے ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس پر آیت ﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُتِيَتْ بِهَا نَارُ النَّاسِ وَالْجَارَةُ﴾ [البقرة: ۲۴] سے بھی استدلال کیا ہے کہ یہاں بھی ﴿الْجَارَةُ﴾ سے مراد پتھر کے بت ہیں۔ مگر اس سے صرف بت مراد لینا صحیح نہیں۔ کیونکہ ”ما“ جہاں غیر ذی العقول کے لیے ہے وہاں یہ عموم کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ بتوں کے علاوہ جنوں، فرشتوں اور دیگر صلحاء کی عبادت ہوتی رہی اور ہو رہی ہے۔ مگر فرشتوں اور جن صلحاء نے اس سے براءت کا اظہار کیا وہ اس سے مستثناء ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اور ﴿الْجَارَةُ﴾ سے مراد گندھک ملا پتھر ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور یہی رائے امام مجاہد اور ابن جریج وغیرہ رحمہم کی ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر نے امام رازی رحمہ اللہ کی تردید کی ہے جو ﴿الْجَارَةُ﴾ سے مراد بت لیتے ہیں۔

دو اساتذہ کی ضرورت

دارالحدیث اوکاڑہ میں دو فاضل نوجوان محنتی قابل اساتذہ جو کہ درسِ نظامی فاضل و فاق و کم از کم ایف۔ اے، بی۔ اے کمپیوٹر کی تعلیم کے حامل ہوں۔ اپنی درخواست مع تعلیمی کوائف جلد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔ فون پر رابطہ بھی کر سکتے ہیں۔

انٹرویو کے لیے بعد میں ٹائم دیا جائے گا۔

(عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث، ساہیوال روڈ، اوکاڑہ)

فون: 0312-4403173

ترجمہ و فوائد
حافظ
ریاض نقاب
ابو

اربعین اعتقادی

درس
حدیث

فرائد الفوائد فی جمع الأربعین من أحادیث العقائد

جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

اور فرمان ربانی ہے:

”کہہ دیجیے! ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ (کافر) لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، آپ فرمادیں کہ پھر تم (اللہ سے) کیوں نہیں ڈرتے؟“

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”جو شخص رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُولًا (میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوں) پڑھتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔“

۵: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ مصیبت و پریشانی کے وقت دعا فرمایا کرتے تھے: ”اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہی صاحب عظمت اور بردبار ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ عظمت والے عرش کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔“

فوائد:

۱: تمام جہانوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا اقرار کفار کو بھی ہے۔ معلوم ہوا تو حیدر بوبیت کے کفار و مشرکین بھی قائل تھے۔ تو حیدر بوبیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق، مالک، رازق، مدبر ہے اور موت و حیات کو پیدا کرنے

باب معرفة توحيد الربوبية، وقول الله تعالى:

﴿إِلَٰهُ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝﴾

[الاعراف: ۵۴]

وقوله تعالى:

﴿قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝﴾

[المؤمنون: ۸۶، ۸۷]

وقوله عليه الصلاة والسلام: ((من قال: رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.))

(أخرجه أبو داود: ۱۵۲۹ وسنده صحيح)

۵: عن ابن عباس رضي الله عنهما، أن رسول الله ﷺ كان يقول عند الكرب: لا إله إلا الله العظيم الحليم، لا إله إلا الله رب العرش العظيم، لا إله إلا الله رب السموات ورب الأرض ورب العرش الكريم. (صحيح بخاري، رقم الحديث: ۶۳۴۵، ۶۳۴۶، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۶۷۳۰)

توحید ربوبیت کی پہچان:

فرمان الہی ہے:

”سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بابرکت ہے اللہ

والا صرف وہی ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ، دین اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی معرفت یہ تین

اہم بنیادی اصول ہیں۔ ان پر ایمان لانا اور راضی ہونا ضروری

ہے۔ راضی ہونے والے کے لیے جنت ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ کو بھی پریشانی لاحق ہوتی تھی اس سے ان کا بشر

ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۴: مصیبت پریشانی کے وقت صرف اللہ کو پکارنا چاہیے کیونکہ

مشکلات و مصائب وہی دور کرتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا

شرک ہے۔ عصر حاضر میں بعض جاہل لوگ پریشانی کے وقت اللہ

عز وجل کو چھوڑ کر بزرگوں، اولیاء اور شہیدوں کو پکارتے ہیں جو

واضح شرک ہے۔

۵: رسول اکرم ﷺ بھی مصیبت کے وقت صرف اللہ کو پکارتے تھے

اور آپ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے کہ ہم بھی

صرف اللہ تعالیٰ کو پکاریں۔

۶: یہ دعا مشکلات و مصائب کے وقت ضرور پڑھنی چاہیے کیونکہ اس

میں توحید کی تینوں اقسام (توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور

توحید اسماء و صفات) کا ذکر ہے۔

۷: اللہ عز وجل کے سوا کوئی بھی معبود برحق نہیں ہے۔

۸: اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات: ربوبیت، حلم اور علم کا اثبات ہے۔

۹: آسمان وزمین اور عرش کا رب صرف اللہ ہے۔ اس سے ان لوگوں

کا رد ہوتا ہے جو عرش کے خالق ہونے کے قائل ہیں۔

۱۰: اس دعا میں عرش الہی کی دو صفات کا ذکر ہے:

(۱).....عظیم: جو اس کے وسیع اور بڑے ہونے کی علامت ہے۔

یہ عرش تمام مخلوقات سے اوپر اور تمام مخلوقات سے بڑا ہے۔

(۲).....کریم: جو اس کے خوب صورت اور حسین ہونے پر

دلالت کرتی ہے۔ عرش کے عظیم و کریم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس

کا رب ہے۔

۱۱: اس سے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا یلیق

بجلا لہ اور علو باری تعالیٰ کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ امام

بخاری رحمہ اللہ نے اس دعا کو کتاب التوحید (رقم الحدیث: ۷۴۲۶،

۷۴۳۱) میں لا کر عرش باری تعالیٰ کا اثبات، اللہ تعالیٰ کا اس پر

مستوی ہونا اور صفت علو کو ثابت کیا ہے۔ ہمارا کا ایمان ہے کہ اللہ

تعالیٰ اپنے عرش پر (بغیر کسی تشبیہ تمثیل اور بغیر کسی تعطیل و تکلیف

کے) مستوی ہے۔

ضرورت خادم

جامع مسجد قباء بھلوال کے لیے ایک خادم کی ضرورت ہے۔ خواہش مندر ابطہ کریں۔

(ڈاکٹر سید فیض الرحمن شاہ، موبائل نمبر: 0314-4927009)

اعزاز

دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجوال کے طالب علم عبداللہ سلیم رول نمبر 261724 نے میٹرک بورڈ لاہور امتحان میں دوم پوزیشن حاصل کی

ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ بچے کو مزید کامیابیاں عطا کرے۔

اسی طرح دارالحدیث منڈی راجوال بھی مبارک باد کی مستحق ہے۔ (حکیم یحییٰ عزیز ڈاہروی)

روزہ

صیام رمضان من الإسلام

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

من الاعمال بما يطيقونه ای يطيقون الدوام
عليه بلا مشقة وضرر . (مجمع البحار: ۱۲
۳۲۲، ۱۳ / ۴۳۶)
مجمع البحار میں مادہ وسع میں وسع کو بمعنی طاقت قرار دیا ہے اور
بذیل مادہ طوق، طاقت کی بمعنی وسعت بلا ضرر ومشقت تفسیر
کی ہے۔

اور قرآن وحدیث میں جو مہاورہ عرب کا مخزن ہے بہت
جگہ وسعت بمعنی طاقت ہے اور طاقت بمعنی وسعت بولنے میں
آئے ہیں۔ سورہ بقرہ واعراف ومومنون میں جو آیت ﴿لَا يُكَلِّفُ
اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ میں لفظ وسع واقع ہوا ہے۔ اس کی تفسیر
مفسرین ۱ نے وسعت سے کی ہے اور کہیں لفظ طاقت کے ساتھ لفظ
وسعت بھی ملا دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ایک
دوسرے کے معنی میں بولے جاتے ہیں۔

ایسا ہی جو سورہ بقرہ کے اخیر میں لفظ طاقت وارد ہوا ہے اس
کی مفسرین ۲ نے استطاعت سے تفسیر کی ہے جو وسعت کے معنی
میں ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:
عن عائشة قال قال رسول الله ﷺ عليكم
بما تطيقون من العمل فان الله لا يمل حتى
تملوا . (صحیح بخاری، ص: ۱۵۴)
”تم وہ عمل لازم پکڑو جس کی طاقت رکھو اس لیے کہ خدا تعالیٰ

اہل نیچر نے جو اپنے تجویزی معنی کی تائید میں قول بعض علماء بحوالہ
تفسیر کبیر پیش کیا ہے وہ اس فیصلہ کے لیے دلیل ہونے کے لائق نہیں
ہے۔ کیونکہ وہ صرف بعض علماء کا قول ہے اور عامہ اہل لغت ومجاورات
عرب کے مخالف ہے اسی تفسیر میں (جس پر اہل نیچر کا اعتماد ہے) کہا
ہے کہ

”وفى الوسع قولان احدهما انه الطاقة
والثانى انه دون الطاقة وهو قول المعتزلة
ومقاتل والضحاك .“ (تفسیر کبیر: ۱۳ / ۵۷۳)
”وفى فتح البيان: الاول انه الطاقة كما فسر
به اهل اللغة .“

”وسع میں دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ عین طاقت ہے دوسرا یہ کہ
وہ طاقت سے (مشقت میں) کم ہے اور یہی قول معتزلہ
وغیرہ کا ہے۔ ایسا ہی تفسیر فتح البیان میں کہا ہے اور اس میں
یہ بھی کہا ہے کہ قول اول اہل لغت کی تفسیر ہے۔“

قاموس میں لفظ وسع کے بیان میں ہے کہ

”وما اسع ذلك ای ما اطيعه والطوق الوسع
والطاقة .“ (قاموس مختصراً)
”یہ کہنا کہ ہم کو وسعت نہیں ہے یہی کہنا ہے کہ ہم کو طاقت
نہیں ہے پھر لفظ طوق کے بیان میں کہا ہے کہ طوق عین
وسعت اور طاقت ہے۔“

والوسع والسعة الجدة والطاقة فيه امرهم

۲ دیکھو تفسیر فتح البیان: ۳۵۱/۱، تفسیر کبیر: ۵۷۳/۲

۱ دیکھو تفسیر بیضاوی ومعالج وغیرہ۔

ثواب دینے سے نہیں رکتا۔ یہاں تک کہ تم تھک کر عمل کرو یعنی تھک کر عمل کرو گے تو ثواب نہ پاؤ گے۔“

اس حدیث میں طاقت سے وسعت مراد ہے نہ طاقت بہ تکلیف و مشقت اسی سے تو اس حدیث میں منع کیا اور صاف فرمایا کہ تھک کر عمل کرو گے تو ثواب نہ پاؤ گے ایسا ہی اس حدیث امرہم من الاعمال بما یطیقونہ یعنی آنحضرت ﷺ لوگوں کو ان اعمال کا حکم دیتے جن کی وہ طاقت رکھتے، میں طاقت سے وسعت مراد ہے جس کی نقل و تفسیر عبارت مجمع البحار میں گزر چکی ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ من الشهر ثلثة ايام قلت انی اطیق اکثر من ذلك قال فصم یوما و افطر یومین قلت انی اطیق افضل من ذلك قال فصم یوما و افطر یوما وقال انی اطیق افضل من ذلك فقال النبی ﷺ لا افضل من ذلك .

(صحیح بخاری)

”کہ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (جو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے) فرمایا ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو۔ انھوں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ پھر آپ نے دو دن افطار اور ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس کے جواب میں بھی انھوں نے یہی عرض کیا۔“

اسی قسم کے اور سوال و جواب ہوئے اس حدیث میں بھی طاقت سے وسعت مراد ہے۔ اگر ان کی مراد یہ ہوتی کہ میں تکلیف سے روزہ رکھ سکتا ہوں تو آپ ان کو پہلے ہی سوال پر روک دیتے اور وہ دوسری

① دیکھو قصہ نماز حضرت زینب۔ (صحیح بخاری)

اور تیسری دفعہ عرض نہ کرنے پاتے چنانچہ اور لوگ جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں تکلیف سے عبادت کرتے تھے اس سے روکے گئے۔ ①

یہ قرآن و حدیث کے محاورات اور اہل لغت کی تصریحات صاف ناطق ہیں کہ طاقت بمعنی وسعت و سہولت زبان عرب میں مستعمل ہے۔ پھر اس آیت میں صرف بشہادت قول بعض علماء یطیقونہ کے معنی تکلیف و مشقت سے طاقت رکھنے کے کیونکر متعین ہو سکتے ہیں۔

اور جو اہل نیچر نے اپنی تجویزی معنی کی تائید میں قراءت شاذہ یطوقونہ وغیرہ سے استشہاد کیا ہے وہ بھی ان کی تائید سے قاصر ہے کیونکہ یطوقونہ وغیرہ شاذ قراءتیں بھی یطیقونہ (قراءت مشہورہ) کی طرح دو معنی کا احتمال رکھتی ہیں۔ ایک وہ معنی جو اہل نیچر نے (کتر بیونت کر کے) اختیار کیے ہیں دوسرے یہ معنی کہ لوگ روزے کا حکم دیے گئے ہیں۔ اور حکم روزہ بطور قلابہ ان کے گلے میں ڈالا گیا ہے اس تقدیر پر لفظ یطوقونہ طوق بمعنی قلابہ سے مشتق ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی اور اس کے حواشی میں تفصیل بیان کیا ہے۔ ② پس جب تک یہ لوگ قراءت شاذہ کے معنی کا بھی فیصلہ نہ کر لیں اور کسی دوسری دلیل سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ جو معنی ان قراءتوں کے انھوں نے اختیار کیے ہیں وہی معنی متعین و مراد ہیں۔ تب تک ان قراءت سے ان کا استشہاد کب جائز ہے۔

حاصل وجہ آ یہ متمسکہ اہل نیچر (مشہور قراءت یطوقونہ لیں خواہ شاذہ قراءت یطوقونہ وغیرہ اختیار کریں، اپنے لفظی معنی کی رو سے دو احتمال کی متحمل ہے اس لیے بحکم اصل دوم اس سے ان کا یہ استدلال نا تمام ہے۔

۲۔ اگر ہم فرض کر لیں اور یہ مان لیں کہ اس آیت میں ایک ہی معنی (تجویزی اہل نیچر تکلیف سے کام کرنے) کے مراد ہیں تو پھر بھی

② وقوله یطوقونہ ای یكلفونه او یقلدونہ من الطوق بمعنی الطاقة او القلابۃ وعلى هذه القراءة یحتمل معنی ثانیاً وهو الرخصة لمن یتعبه الصوم و یجهدہ و ہما الشیوخ الفانی و العجائز فی الافطار و الفدیۃ (بیضاوی) و فی حاشیۃ للعصام قوله او یقلدونہ ای یجعل الصوم

كالقلادة فی اعناقهم و یقال لهم صوموا فانہ لافادة الوجوب لازم لهم كالقلادة.

ہوسکتا ہے جس سے اس آیت کا اجمال وتعدد احتمال رفع ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس تکلیف سے وہی تکلیف مراد ہے جو امثال شیخ فانی و مریض نا امید کو ہوا کرتی ہے کیونکہ اگر اس درجہ سے اتر کر کسی اوسط درجہ کی تکلیف یا اخیر درجہ کی تکلیف ہو جو اکثر نو جوان ناز پروردہ لوگوں کو ہوا کرتی ہے، مراد ہوتی تو زمانہ رسالت سے لے کر اس آخری زمانہ (تیرہویں صدی) تک کسی کے خیال میں آتی اور اس کے موافق امت محمدیہ ﷺ میں تعمیل جاری رہتی۔ زمانہ رحلت حضرت رسالت ﷺ سے آج تک کسی فرقہ اسلامی کے کسی نو جوان تندرست کے لیے ادنی تکلیف کے سبب سے روزہ کی معافی ہو جاتی۔

اور اہل نیچر کی خیالی حدنا محدود پر اس وقت تک کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔ یہ لوگ جب کوئی ایسی دلیل جو قوت ودالات میں دلیل تحدی حضرت ابن عباس سے بڑھ کر ہو اپنی خیالی تحدید پر قائم کریں گے اس وقت اس آیت سے استدلال کرنے کے مستحق و مجاز ہوں گے۔ بالفعل تو اس آیت سے ان کا استدلال محض خیال و سودائے محال ہے۔

۳۔ ہم نے یہ بھی مانا اور فرض کیا کہ تکلیف کی وہی حدنا محدود ہے جو اہل نیچر نے سمجھی ہے اور معنی وحقیقت لفظ یطیقونہ میں اجمال وتعدد احتمال نہیں ہے مگر پھر بھی اس آیت سے اجمال وتعدد احتمال رفع نہیں ہو سکتا۔ یہ اجمال وتعدد احتمال، لفظ ومعنی یطیقونہ میں نہ سہی اس کی مفعول ضمیر منصوب میں موجود وقائم ہے جس کے سبب یہ آیت باوجود تسلیم تعیین معنی یطیقونہ تجویزی اہل نیچر، ان کی تائید سے انکاری ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے موطا کی شرح مصنفی و موسوی میں ان

یہ آیت مجمل اور کئی وجوہ کی متحمل ہے۔ کیونکہ تکلیف جو اس آیت کے لفظ یطیقونہ کے معنی میں اخذ کی گئی ہے۔ وہ محدود و متعین نہیں کہ وہ کس درجہ تک مراد ہے آیا ایسی تکلیف جو شیخ فانی (نہایت بڑھے آدمی) یا نا امید مریض کو ہوا کرتی ہے کہ سخت ضعف و غشی ہو جائے اور دم نکلنے لگے یا مرض بڑھ جائے یا ایسی تکلیف جو اکثر نو جوان ناز پروردہ لوگوں کو ہوتی ہے کہ کسی قدر خلاف عادت پیاس لگ جائے یا جبین نازنین پر پسینہ آئے یا ان دونوں درجہ کے مابین کسی اور درجہ کی (جو بے شمار نکل سکتے ہیں) تکلیف مراد ہو چنانچہ حضرت ابن عباس و حضرت انس و سعد بن جبیر وغیرہ اکابر نے کہا ہے و بناء علیہ آیت کو محکم غیر منسوخ بتایا ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم و کبیر و فتح البیان وغیرہ میں موجود ہے اور اصل عبارات ۱۰ معالم و فتح البیان حاشیہ میں نقل کر دی گئی ہیں۔ اور احتمال ہے کہ درجہ اخیر کی تکلیف مراد ہو چنانچہ اہل نیچر کا عمل و اعتقاد اس پر گواہی دیتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان دو درجہ کے مابین کسی اور درجہ کی تکلیف مراد ہو۔ پس جب تک اس تکلیف کی کوئی حد مقرر نہ کی جائے اور اہل نیچر اور حضرت ابن عباس رحمہ اللہ وغیرہ میں کسی دوسری دلیل سے تصفیہ و فیصلہ نہ ہو لے کہ اس سے مراد اس درجہ کی تکلیف ہے جو اہل نیچر سمجھتے ہیں۔ نہ اس درجہ کی تکلیف جو حضرت ابن عباس وغیرہ محدود مقرر کر گئے ہیں۔ تب تک اہل نیچر کا استدلال اس آیت مجمل و مجمل سے جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی مقررہ حد پر تو تعامل و توارث امت دلیل

۱۰ وقرء ابن عباس وعلی الذین یطوقونہ بضم الباء وفتح الطاء وتخفيفها وفتح الواو وتشديدها ای یكلفون الصوم تاويله علی الشیخ الکبیر

والمراة الکبيرة لا یستطیعان الصوم والمریض الذی لا یرحی زوال مرضه فهم یكلفون ولا یطیقونہ فلهم ان یفطروا ویطعموا مکان کل یوم مسکینا وهو قول سعید بن جبیر وجعل الآیة محكمة وروی عن بعض اهل العلم انها لم تنسخ وانها رخصة للشیوخ والعجائز (معالم، ص: ۷۰) وروی عن انس بن مالک ضعف عن الصوم عاما قبل موته فصنع جفنة من ثرید ودعا ستین مسکینا فاطعمهم۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ بسند صحیح انه قال لام ولد له حامل او مرضعة انت بمزلنا الذین یطیقون الصوم، علیک الطعام لا قضاء علیک۔

وعن ابن عمر أن احدی بناته أرسلت تساله عن صوم رمضان وهی حامل قال فطهر واطعم کل یوم مسکینا وقد روی هذا عن جماعة من

التابعین۔ (فتح البیان: ۱/ ۲۰۰)

مختلف احتمالات کا ذکر کیا ہے:

”اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر مفعول فدیہ کی طرف پھرتی ہو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ جس کو فدیہ دینے کی طاقت ہو ان پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ فدیہ مؤنث ہے اور یہ ضمیر مذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فدیہ حقیقت اور اصل میں طعام ہے، اور وہ مذکر ہے نہ مؤنث پس یہ تذکیر ضمیر بلحاظ معنی ہے نہ بلحاظ لفظ جیسے آیہ ﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ﴾ [النحل: ۶۶] میں ضمیر بطونہ کو جو سورہ نحل میں بتذکیر وارد ہے۔ سورہ مؤنثین میں بلحاظ معنی ۱ مؤنث کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس ضمیر سے پہلے جہاں فدیہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور قبل ذکر مرجع ضمیر کا لانا منع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو فدیہ لفظاً ضمیر سے پہلے مقدم و مذکور نہیں ہے مگر رتبہ مقدم و مذکور ہے جیسے ضرب غلام عمرو میں عمرو رتبہ مقدم و مذکور ہوا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر قضا کی طرف راجع ہے جس کا آیہ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ میں حکم ہے اور اس آیہ کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ دوسرے دنوں میں مرض و سفر کے روزے قضا کر سکتے ہیں پھر وہ رمضان آئندہ تک قضا نہ کریں تو ان پر قضا کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر اسی قضا کی طرف راجع ہو اور معنی آیہ کے یہ ہوں کہ جو لوگ قضا روزہ سفر و مرض کی طاقت رکھتے ہوں پھر وہ قضا نہ کریں اور فوت ہو جائیں تو ان کے مال سے ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کا کھانا نکالنا واجب ہے۔“ (مسوی مع شیء من المصنفی: ۲۳۱ / ۱)

یہ احتمالات ثلاثہ احتمال مفید مطلب اہل نیچر (صوم کی طرف ضمیر

راجع ہونے) کے مقابلہ میں قائم ہیں اور یہ آیہ ان سارے احتمالات کی متحمل ہے اور ہر ایک احتمال کا کوئی نہ کوئی سلف سے قائل ہے۔ پس جب تک اہل نیچر ان احتمالات ثلاثہ کو نہ اٹھالیں اور کسی دوسری دلیل سے ثابت نہ کر دیں کہ اس ضمیر مفعول کا صوم کی طرف راجع ہونا متعین و مختتم ہے۔ تب تک ان کا استدلال اس آیہ کثیرۃ الاحتمال سے کب جائز ہے۔

خلاصہ جواب دلیل نقلی اہل نیچر کا یہ ہے کہ اس آیہ میں معنی تجویزی اہل نیچر کے مخالف پانچ احتمال ہیں دو احتمال معنی و حقیقت لفظ یطیقون میں اور تین احتمال اس کے مفعول ضمیر منصوب میں۔ پس جب تک اہل نیچر ان پانچوں احتمالات کو نہ اٹھالیں اور اپنے خیالی معنی کا متعین و مراد ہونا اس آیہ کے سوا اور دلائل سے ثابت نہ کر دیں ان کا استدلال اس آیہ کثیرۃ الاحتمال پر از ابہام و اجمال سے بحکم اصل دوم جائز نہیں ہے اور ان کی دلیل عقلی سراسر مغالطہ و دھوکہ پر مبنی ہے خدا تعالیٰ نے جو مختلف دیار و امصار و مواسم کے تندرست و مقیم لوگوں کو علی الاطلاق روزہ رکھنے کا قرآن میں حکم دیا ہے اور اس کے برخلاف روزہ نہ رکھنے اور فدیہ دے دینے کا صریح و صاف طور پر اختیار نہیں دیا اس میں نیچر انسانی کا کچھ خلاف نہیں کیا اور نہ لحاظ ایام و مواسم کو فرو گزاشت کیا ہے بلکہ اس حکم میں مختلف طبائع مکلفین مختلف از منہ و امکانہ کا لحاظ کر لیا ہے جس کا اظہار و بیان ان دو آیتوں میں کر دیا ہے ایک یہ آیہ جس میں عموماً اعمال مکلفین کا استطاعت پر موقوف ہونا بتایا اور صاف فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی فرد بشر کو (بڈھا ہو خواہ جوان عرب کے ریگستان کا ہو خواہ شملہ و کابل یا کسی اور کو ہستان کا عرض ستین میں خواہ بغرض محال عرض تسعین میں کسی عمل و حکم کے بجالانے کی تکلیف نہیں دیتا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا) (البقرة) مگر اس قدر کہ وہ طاقت رکھے جس میں عام طور پر فرما دیا ہے کہ اگر کسی جوان نا توں کو کسی خاص زمان و مکان میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اس پر اسی زمان

۱ وانما ذكر الضمير و وحده ههنا (ای فی النحل) للفظ وانه فی سورة المومنین للمعنى فان الانعام اسم جمع ولذلك عده سبويه فی

المفردات المبنية على افعال. (بيضاوى: ۴۴۶ / ۱)

ہوتے تو ان کو روزہ رکھنے میں کیا عذر ہے اور اگر وہ لوگ روزہ کی سختی سے کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے یا ہو جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ روزہ رکھنے کو کب واجب فرماتا ہے پس اس حکم صیام میں مخالف نیچر تجویز کرنا و بناء علیہ اچھے بھلے جوانوں کے لیے حکم فدیہ تراش دینا کب مناسب ہے۔

یہ ہم نے ان لوگوں کی کل تقریر مغالطہ آمیز کو تسلیم کر کے اس کا جواب دیا ہے ورنہ اگر ہم اس تقریر کے بعض اجزاء کو تسلیم نہ کریں تو بھی گنجائش ہے، مثلاً ان کا عرض تسعین میں وجود مکلفین روزہ داروں کو تجویز کرنا یہ لائق تسلیم نہیں عرض تسعین میں نہایت درجہ حرور (گرمی و سردی) کے سبب زیست انسان بلکہ کسی حیوان کی عادت کب ممکن ہے پھر وہاں فرض مسئلہ روزہ کیا معنی رکھتا ہے۔

اس میں کسی کو کچھ عذر ہو تو بتائے کہ عرض تسعین میں کون سی آبادی ہے اور کون سے جغرافیہ دان اس کے قائل ہیں۔

عرض ستین شمالی میں بے شک آبادی ہے بلکہ عرض ست و ستین میں عہد بطلموس سے آبادی چلی آتی ہے ایسا ہی عرض ثمان و ستین میں جہاں روس کا ایک قلعہ ہے جس کا قوہ نام ہے اور وہاں سال میں باسٹھ روز آفتاب کا غروب اور انتالیس روز طلوع نہیں ہوتا اور بعض اوقات عسا کر اسلام کا بھی اس میں گزر ہوا ہے کما ذکرہ الفاضل ہارون فی ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغیب الشفق مگر ان لوگوں کے حق میں روزہ کا حکم موافق طبیعت انسانی کے قرآن نے بیان کر دیا ۱۰ جو اوپر مذکور ہوا۔

اہل نیچر نے ان لوگوں کے حق میں روزہ کی دشواری دیکھ کر سبھی لوگوں کے لیے روزہ کے بدلے فدیہ تجویز کر دیا مگر تعجب ہے کہ نماز کے لیے اب تک کوئی فدیہ یا کفارہ تجویز نہیں کیا۔ روزہ تو سال میں ایک مہینا ہوتا ہے نماز ہر روز پانچ دفعہ۔ مناسب تھا کہ ساکنین عرض ستین (باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر ملاحظہ کیجیے)

و مکان میں روزہ رکھنا واجب نہیں۔ پر اس میں یہ بیان نہ تھا کہ طاقت نہ ہونے کی کیا حد ہے اور روزہ نہ رکھنے کے بدلے کیا کرے ان باتوں کو دوسری آیت میں کھول کر بتا دیا اور یہ فرما دیا کہ طاقت نہ ہونے کی حد یہ ہے کہ مریض ہو جائے اور روزہ کے بدلے میں صحت و اعتدال کے زمان و مکان میں روزہ رکھ لے۔ وہ دوسری آیت ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

[البقرة: ۱۸۵]

”کہ جو تم میں سے مریض یا مسافر ہو تو وہ فوت شدہ روزوں کے بدلے دوسرے دنوں میں روزے رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔“

اس میں خاص طور پر روزہ کا حکم فرمایا ہے کہ جو شخص جوان ہو یا بڑھا گرم ملک میں ہو یا سرد میں عرض ستین میں ہو خواہ بفرض محال عرض تسعین میں روزہ رکھنے میں کسی مرض میں مبتلا نہ ہو وہ اس حکم معافی روزہ میں مشمول نہیں ہو سکتا۔ اور جو روزہ رکھنے سے مریض ہو جائے وہ روزہ رکھنے سے معافی سمجھے۔ پھر اس کے بدلے دوسرے وقت و مکان میں جب روزہ کی طاقت پائے روزہ رکھ لے اور جو کوئی وقت و مکان صحت و توانائی کا نہ پائے ہمیشہ عرض تسعین یا آتشیں پہاڑوں میں اس پر رمضان آئے وہ بحکم آیہ اولیٰ اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے حکم صیام سے مرفوع القلم سمجھے۔

اب اہل نیچر غور کریں اور انصاف سے کہیں کہ اس تشریح کے ہوتے روزہ کو علی الاطلاق واجب کرنے اور اچھے بھلے مقیم نو جوان و توانا آدمی کو روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار نہ دینے میں نیچر انسانی کا خلاف کہاں لازم آتا ہے جو لوگ آپ لوگوں کے زعم میں عرض تسعین میں رہتے ہیں یا نہایت نازک مزاج ہو کر کلکتہ کی گرمی میں آباد ہیں اگر وہ روزہ رکھنے سے کسی مرض میں مبتلا نہیں

۱۰ علماء اسلام نے ان لوگوں کے حق میں اور بھی سبیلیں تعمیل حکم نماز و روزہ کے نصوص سے مستنبط کی ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ یہ مقالہ ان تفصیل کے بیان کا متحمل نہیں۔

نیکی کی راہیں

(مولانا) ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

فیصلے کا تذکرہ ہے۔

۱۔ طہارت نصف ایمان ہے:

دین فطرت اسلام میں نجاستوں کے ازالے کی تاکید کی گئی ہے۔ کسی کا جسم نجس ہو جائے تو پاک کرنے (غسل) کا حکم ہے۔ عبادت کے لیے بطور خاص طہارت کی تلقین ہے۔ (دیکھیے المائدہ: ۶) طہارت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَتَيَّبَاكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ [المدثر: ۵، ۴]

”اور اپنے کپڑے صاف رکھیں اور نجاست سے دور رہیں۔“

اللہ کے پیارے بندے گندے رہنے والے نہیں بلکہ پاک صاف رہنے والے لوگ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝﴾

[البقرة: ۲۲۲]

”یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں اور خوب صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اہل قبا طہارت و نظافت حاصل کرنے کے لیے خوب اہتمام کرتے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی:

﴿فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ

الْمُتَطَهِّرِينَ ۝﴾ [التوبة: ۱۰۸]

”اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ خوب پاک

ہو جائیں اور اللہ (بھی) خوب پاک ہونے والوں سے

محبت کرتا ہے۔“

بعض احادیث میں ((الطهور شطر الايمان)) کی

”ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ (کہنا) ترازو کو بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ اس خلا کو بھر دیتے ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اور نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے۔ اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص صبح اٹھتا ہے اور اپنا سودا کرتا ہے (داؤ پر لگا تا ہے) پھر یا تو اپنے آپ کو آزاد کرالیتا ہے یا خود کو تباہ کر لیتا ہے۔“ (صحیح مسلم، رام الحدیث: ۲۲۳)

راوی حدیث:

ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ کا نام بعض نے کعب بن عاصم ذکر کیا ہے۔ ابو مالک رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہے تاہم نسائی اور ابن ماجہ میں ان کا نام (حارث بن عاصم) ذکر نہیں ہوا بلکہ ابو مالک اشعری کی کنیت اور قبائلی نسبت سے تذکرہ ہوا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اپنی جامع میں ان سے روایت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ ان کے حالات زندگی الاستیعاب (۱۷۵/۴) اور الاصابہ (۲۹۷/۳) وغیرہ میں مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔

شرح الحدیث:

اس عظیم حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے نیکی کے کئی امور اور ان پر عمل پیرا ہونے کا اجر و ثواب بیان کیا ہے۔ یہ حدیث آپ ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے۔ اس میں طہارت، تحمید و تسبیح، نماز، صدقہ (زکاۃ)، صبر، قرآن سے تعلق اور اپنے بارے میں نفع و نقصان کے عملی

جاتے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((من اتم الوضوء كما امره الله، فالصلوات المكتوبات كفارات لما بينهما .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۱)

”جس نے اللہ کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا تو پانچ نمازیں درمیانی گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتی ہیں۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

”تم میں سے جو شخص بھی سنوار کر وضو کرتا ہے پھر وہ اشہد

ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده

ورسولہ پڑھتا ہے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں

دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“ (ایضاً، ج: ۲۳۴)

لہذا جب وضو شہادتین کے ساتھ مل کر جنت کے دروازے کھولنے کا باعث بنتا ہے تو اس اعتبار سے وضو اللہ اور اس کے رسول پر نصف ایمان کے برابر ہوا۔

نیز وضو ایمان کی ان مخفی خصلتوں میں سے ہے جن کی محافظت صرف مومن ہی کرتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((ولا يحفظ على الوضوء الا مومن .))

(مسند احمد: ۲۱۳۸۰، ابن ماجہ: ۲۷۶)

”وضو پر محافظت مومن ہی کر سکتا ہے۔“

((الطهور شطر الايمان)) یا ((الطهور نصف

الايمان)) کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ طہارت ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ((شطر الايمان)) کے اس مفہوم کو مصلح الدین محمد

الامری رحمہ اللہ (م: ۹۷۹ھ) نے احسن الاقوال (سب سے اچھا

قول) قرار دیا ہے۔ (شرح الاربعین النووی، ص: ۲۱۸)

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے ایک توجیہ یوں پیش کی ہے کہ وہ

نصف العلم لا ادری (میں نہیں جانتا ہوں، کہنا نصف علم ہے)

کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علم ادری (میں جانتا

ہوں) اور لا ادری (میں نہیں جانتا ہوں) پر مشتمل ہے، تو اس طرح

بجائے ((اسبغ الوضوء شطر الايمان)) کے الفاظ ہیں۔

(نسائی: ۲۴۳۹، ابن ماجہ: ۲۸۰)

مراد یہ ہے کہ توجہ اور احتیاط سے اچھی طرح وضو کیا جائے۔ بالخصوص جب وضو کرنا دشوار ہو اور وضو کرنے کو دل نہ چاہتا ہو تو بھی سنوار کر وضو کیا جائے تاکہ اعضائے وضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ پانی کے کم ہونے یا زیادہ، ٹھنڈا ہونے یا آدمی کے جلدی میں ہونے کی بنا پر ناقص وضو نہ کیا جائے۔ کیونکہ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ارشاد نبوی ہے:

((لا تقبل صلاة بغير طهور .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۴)

”وضو کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

نبی اکرم ﷺ نے طہارت اور وضو کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

بعض روایات میں ((شطر الايمان)) کی بجائے ((نصف

الايمان)) کے الفاظ آئے ہیں۔ مفہوم ایک ہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

((والطهور نصف الايمان .))

(مسند احمد: ۲۱۹۹۵، ترمذی: ۳۵۱۹)

”پاکیزگی (وضو) نصف ایمان ہے۔“

قرآن مجید میں نماز کے لیے بھی ایمان کا استعمال کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ﴾ [البقرة: ۱۴۳]

”اور اللہ تمہارے ایمان (نمازوں) کو ضائع کرنے والا

نہیں ہے۔“

جب نماز کو ایمان سے تعبیر کیا گیا تو اس اعتبار سے وضو نصف

ایمان ہوا کیونکہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایمان قبول کرنے والے کے تمام کبیرہ گناہ

معاف ہو جاتے ہیں جبکہ وضو صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے لہذا وہ نصف

ایمان ہے۔

سنت کے مطابق مکمل وضو کرنے سے تمام اعضاء کے گناہ دھل

ایک دوسرے کا نصف ہوا۔ میں (ابن رجب) کہتا ہوں کہ ہر چیز کی دو ذیلی اقسام ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسری چیز کا نصف ہے، خواہ ان دونوں اقسام کی تعداد برابر ہو یا ایک دوسری سے زیادہ ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث (قدسی) بھی ہے:

((قسمت الصلاة بيني وبين عبدی نصفین .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۹۵)

”میں (اللہ تعالیٰ) نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا ہے۔“

اس سے مراد نماز کی قراءت ہے۔ اسی لیے اس (نماز) سے سورۃ الفاتحہ مراد لی گئی ہے۔ عبادت اللہ کا حق ہے جب کہ سوال کرنا بندے کا حق ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے کلمات کو بھی برابر برابر تقسیم کیا گیا ہے۔ اسے خطابی نے ذکر کیا ہے۔ اس نے اہل عرب کے اس قول سے استشہاد کیا ہے:

”نصف السنة سفر و نصفها حضر .“

”نصف سال سفر جب کہ نصف سال حضر (مقیم ہونا) ہے۔“

ان دونوں وقتوں کی برابر تقسیم مراد نہیں، (سال کو) دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اگرچہ ان دونوں حصوں کی مدت میں فرق ہو۔ قاضی شریح کہتے ہیں: ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے صبح کس حال میں کی؟ انھوں نے کہا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ آدھے لوگ مجھ سے ناراض ہیں، ان کی مراد یہ تھی لوگ دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے حق میں فیصلہ ہوا اور بعض وہ ہیں جن کے خلاف فیصلہ ہوا تو جن کے خلاف فیصلہ ہوا وہ ناراض ہیں اور جن کے حق میں فیصلہ ہوا وہ راضی ہیں۔ تو اس طرح وہ دو مختلف گروہ ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

اذا مت كان الناس نصفين: شامت

بموتی و مثن بالذی كنت افعل

”جب میں مروں گا تو میری موت پر لوگ نصف نصف ہو جائیں گے، جو میں کام کرتا تھا اسے برا کہنے والے اور اس

کی تعریف کرنے والے بھی ہوں گے۔“
اس کی مراد یہ ہے کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ میں (ابن رجب) کہتا ہوں کہ اس معنی میں ابو ہریرہ کی علم وراثت کے بارے میں مرفوع حدیث ہے کہ وہ نصف علم ہے۔ (ابن ماجہ: ۲۱۹)
مکلف مخلوق کو جو احکام دیے گئے ہیں وہ دو قسم کے ہیں: ایک قسم کا تعلق زندگی کے ساتھ جب کہ دوسری کا تعلق موت کے بعد کے معاملات سے ہے۔ یہ علم وراثت ہے۔ (جامع العلوم والحکم ص: ۲۸۶)
اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ طہارت ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۲۔ الحمد للہ کی فضیلت:

ذکر الہی کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ بعض اذکار وہ ہیں جن کے عظیم فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ہے کہ الحمد للہ میزان کو بھرتا ہے۔ الحمد للہ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کی ابتداء ہی (بسم اللہ کے بعد) الحمد للہ رب العالمین سے کی گئی ہے۔ نماز اور دیگر بہت سے مواقع کی مسنون دعاؤں میں الحمد للہ کے الفاظ آتے ہیں۔ یہ قولی شکر بھی ہے۔ نیز یہ دعا بھی ہے۔ حالانکہ اس میں ظاہراً کوئی چیز طلب نہیں کی جاتی مگر جو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بن مانگے بہت کچھ عطا کر دیتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ ساجد لکھتے ہیں:

”الحمد للہ میں اللہ کی تعریف بھی ہے کہ وہ ان تمام صفات حمیدہ سے متصف ہے جو اس کی شان کے لائق ہیں بلکہ مخلوقات میں بھی جو قابل تعریف صفات پائی جاتی ہیں، وہ اسی کی دی ہوئی اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اس لحاظ سے بھی اور ان صفات کی وجہ سے بھی وہی قابل تعریف قرار پاتا ہے۔ چونکہ یہ کلمہ (الحمد للہ) اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کا اظہار ہے اس لیے اس کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اگر پورے شعور و احساس کے ساتھ یہ لفظ ادا کیا جائے تو اکیلا ہی

”دو کلمے ایسے ہیں جو رُحمن کو بہت پسند اور زبان پر بڑے ہلکے پھلکے (لیکن قیامت کے دن) ترازو میں بہت وزنی ہوں گے وہ یہ ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ: پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ، سبحان اللہ العظیم: پاک ہے اللہ جو بہت عظمت والا ہے۔“

بعض احادیث میں ان دو کلمات کے ساتھ دیگر کلمات کا بھی تذکرہ ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار کلمات کو چن لیا ہے: سبحان اللہ، الحمد لله، لا اله الا الله اور الله اکبر۔ جو سبحان اللہ کہے گا اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی جائیں گے یا اس کے بیس گناہ معاف کیے جائیں گے۔ یہی اجر و ثواب اللہ اکبر اور لا اله الا الله کہنے کا ہے۔ اور جو شخص دل سے الحمد لله رب العالمین کہے اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا اس کے بیس گناہ مٹائے جاتے ہیں۔

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۷۷۰، مستدرک حاکم: ۶۹۳/۱)

مسئلہ وزن اعمال:

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں یہ مسئلہ بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور اسی بنا پر ان کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝﴾ [الاعراف: ۹، ۸]

”اور اس دن وزن کیا جانا برحق ہے، تو جس شخص کے وزن بھاری ہو گئے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جس شخص کے (نیک اعمال کے) وزن ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ بے انصافی کرتے تھے۔“

نیکیوں کا پلڑا بھرنے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں الحمد لله اللہ کے لیے شکر کا اظہار بھی ہے جس میں یہ اقرار بھی شامل ہے کہ ہر نعمت اللہ ہی سے ملی ہے اور یہ اس کا احسان اور فضل ہی ہے۔ لہذا مخلوق کو فخر و تکبر کے بجائے شکر و امتنان ہی زیبا ہے۔ اس لیے الحمد لله کا لفظ اتنی عظمت کا حامل ہے کہ نیکیوں کے پلڑے کو پر کر دیتا ہے۔“

(شرح سنن ابن ماجہ: ۳۱۰/۱، ج: ۲۸۰)

۳۔ سبحان اللہ کی فضیلت:

سبحان اللہ کہنے کی بھی بہت فضیلت ہے۔ یہ الحمد لله کے ساتھ مل کر یا اکیلا ہی زمین و آسمان کے درمیان حصے کو بھر دیتا ہے۔ واضح رہے کہ مابین السماء والارض (زمین و آسمان کے درمیان حصے) کی وسعت میزان سے کم ہے۔ (دیکھیے مستدرک حاکم: ۶۲۹/۴)

سبحان اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف و افعال سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس طرح یہ لفظ تمام سلبی صفات کا جامع ہے جس طرح الحمد لله تمام ایجابی اور اثباتی صفات کا جامع ہے۔ ان دونوں کے اجتماع سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ پہلو صفات کا اقرار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سبحان اللہ والحمد لله اتنا عظیم الشان ذکر ہے کہ آسمان سے زمین تک سب کو محیط ہے کیونکہ تمام کائنات میں اللہ کی ان صفات مقدسہ ہی کی کافرمانی اور انہی کا ظہور ہے۔ (شرح ابن ماجہ ایضاً)

بہت سی احادیث میں حمد و تسبیح کا اکٹھا تذکرہ کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی آخری حدیث میں بھی ان کا اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ

عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ: سُبْحَانَ اللَّهِ

وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ.))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۵۶۳)

وہی میزان ہے، اس میں کوئی عقلی اشکال نہیں۔“

(شرح سنن نسائی: ۴/۲۲۶، ج: ۲۳۹)

نوٹ: بعض لوگوں کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا۔ حافظ

عبدالستار الحماد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ دگر و ہوں کے اعمال و اقوال کا وزن نہیں کیا جائے گا، ایک وہ کفار جن کی سرے سے کوئی نیکی نہ ہوگی جن میں ایمان سر فہرست ہے۔ وہ بلا حساب و میزان جہنم میں جھونک دیے جائیں گے: قرآن کریم میں ہے:

”یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس سے ملاقات کا انکار کیا، لہذا ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے اور قیامت کے دن ہم ان کے لیے میزان ہی نہیں رکھیں گے۔“

(الکہف: ۱۰۵)

دوسرے وہ اہل ایمان جن کی برائیاں نہیں ہوں گی اور بے شمار نیکیاں لے کر اللہ کے حضور پیش ہوں گے، انہیں بھی حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۴۱،

شرح کتاب التوحید للبخاری، ص: ۴۸۴)

۴۔ نماز کا نور:

نماز مومن کا ایسا نور بصیرت ہے جو دنیا و آخرت میں اس کے راستے کو روشن کرنے کا ذریعہ ہے۔ نماز دل میں نیکیوں کی محبت اور گناہوں سے نفرت پیدا کرتا ہے۔ گناہوں سے بچنے کے لیے نماز معاون ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

[العنکبوت: ۴۵]

”یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“

نماز مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

((جعلت قرة عيني في الصلاة.)) (مسند

احمد: ۱۳۵۲۶، نسائی: ۳۶۸۰، ۳۸۸۱)

”میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“

﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۖ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ ۖ نَارٌ حَامِيَةٌ ۖ﴾

[الفارعة: ۶-۱۱]

”پھر جس شخص کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہ اپنی پسند کی زندگی میں ہوگا اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کیا معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ وہ سخت دہکتی ہوئی آگ ہے۔“

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۚ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ۖ﴾ [الانبیاء: ۴۷]

”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا، اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے، اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔“

لوگوں کے اعمال کا مجسم کر کے (یا بغیر مجسم کیے) تولنا جائے یا ان صحیفوں اور رجسٹروں کو تولنا جائے جن میں ان کے اعمال درج ہوں گے، کوئی بھی شکل ہو اللہ تعالیٰ وزن اعمال پر قادر ہے، لوگوں کا کوئی مخفی عمل بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج کل سائنسی ترقی کی بدولت اس مسئلے کو سمجھنا مزید آسان ہو گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل سے بے وزن غیر مرئی اور غیر مجسم چیزوں کی جدید آلات کے ذریعے مقداریں معلوم کی جا رہی ہیں۔

مثلاً حرارت کا ذائقہ کسی نے نہیں چکھا اور نہ کوئی اس کے رنگ سے واقف ہے مگر تھرمامیٹر وغیرہ کے ذریعے سے اس کی مقدار معلوم کر لی جاتی ہے۔ اسی طرح دیگر اشیاء کا درجہ اور قدر معلوم کر سکتے ہیں۔ مولانا حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ہر چیز کا حساب لگانے کے لیے کوئی نہ کوئی آلہ ہوتا ہے۔

اعمال کا حساب بتلانے کے لیے بھی کوئی آلہ ہونا چاہیے،

بلال رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((یا بلال! اقم الصلاة وارحنا بها.))

(ابوداؤد: ۴۹۸۵)

”بلال! نماز کی اقامت کہو اور اس سے ہمیں راحت پہنچاؤ۔“

نبی ﷺ کو جب کوئی مشکل کام پیش آتا تو آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو فتنوں میں مبتلا نہ کیا، نہ دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہوئے، نہ جھوٹی خواہشات کے پیچھے چلے اور نہ شیطانی دھوکے میں مبتلا ہوئے تو انہیں آخرت کے اندھیروں میں ان کے ایمان و عمل کا نور میسر ہوگا جس کی روشنی میں وہ جنت کا راستہ آسانی سے طے کر لیں گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾ [الحديد: ۱۲]

”اس دن آپ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھیں

گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا۔“

منافق مرد و عورت ان ایمان والوں سے کہیں گے:

﴿اَنْظِرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّورِكُمْ﴾ [الحديد: ۱۳]

”ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل

کر لیں۔“

ان سے کہا جائے:

﴿اِرْجِعُوْا وَاِرْاٰكُمْ فَاَلْتَمِسُوْا نُوْرًا﴾ [الحديد: ۱۳]

”اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ پھر نور تلاش کرو۔“

مطلب یہ ہے کہ یہ نور یہاں نہیں ملتا، یہ تو دنیا میں کیے جانے والے اعمال کی روشنی ہے۔ چنانچہ نماز کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

((من حافظ عليها كانت له نوراً وبرهاناً

ونجاة يوم القيامة ومن لم يحافظ عليها لم

يكن له نوراً ولا برهاناً ولا نجاة.)) (مسند

احمد: ۱۶۹/۲، دارمی: ۲۶۰۵، ابن حبان:

(۱۴۶۷)

”جس شخص نے نماز کی محافظت کی یہ اس کے لیے نور،

(ایمان کی) دلیل اور قیامت کے دن ذریعہ نجات ہوگی اور

جس نے نماز کی محافظت نہ کی اس کے لیے نور، دلیل

(ایمان کی نشانی) اور ذریعہ نجات نہیں ہوگا۔“

۵۔ صدقہ برہان ہے:

قرآن وحدیث میں نماز کے بعد عموماً زکاة کا تذکرہ ہوا ہے۔

یہاں بھی نماز کے بعد صدقے کا ذکر ہے۔ صدقے سے مراد زکاة

ہے، بعض احادیث میں یہاں صدقے کی بجائے زکاة کا لفظ ہے۔

جیسا کہ سنن نسائی (ج: ۲۳۳۹) اور سنن ابن ماجہ (ج: ۲۸۰) میں

((والزكاة برهان)) کے الفاظ ہیں۔ قرآن مجید میں مصارف

زکاة بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ﴿الْصَّدَقَاتُ﴾ [التوبة:

۶۰] کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلَوَتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ

عَلِيمٌۙ﴾ [التوبة: ۱۰۳]

”آپ ان کے مالوں سے صدقہ (زکاة) وصول کریں

(تاکہ) آپ اس کے ذریعے سے انہیں پاک کریں اور ان

کا تزکیہ کریں اور ان کے لیے دعا کریں، یقیناً آپ کی دعا

ان کے لیے سکون (کاباعث) ہے اور اللہ خوب سننے والا،

خوب جاننے والا ہے۔“

خلوص کے ساتھ اپنے اموال کی زکاة ادا کرنا ایمان اور اللہ تعالیٰ

سے محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب دل میں یہ

ایمان ولیقین موجود ہو کہ آخرت میں اس کی جزا ملے گی:

((ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الايمان:

من عبد الله وحده، وانه لا اله الا هو،

واعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه

کل عام . (ابوداؤد: ۱۵۸۲، السنن الكبرى للبيهقي: ۷۲۷۵، الصحيحة: ۱۰۴۶)

”جس نے تین کام کیے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ جس نے ایک اللہ کی عبادت کی، یہ (اقرار کیا) کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور خوشی خوشی ہر سال اپنے مال کی زکاۃ دی۔“

مخلص مومن کی صفات میں اللہ تعالیٰ نے ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے:

﴿وَأَتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”اور مال سے محبت کے باوجود اُسے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنیں چھڑانے کے لیے خرچ کرے۔“

﴿حُبِّهِ﴾ سے مال کی محبت یا اللہ کی محبت مراد ہے۔ مال کی محبت کے باوجود یعنی پسندیدہ مال اللہ کی راہ میں دیتے ہیں یا اللہ کی محبت میں مال خرچ کرتے ہیں۔ یہ دونوں امور شریعت میں مطلوب ہیں۔

۶۔ صبر تیز روشنی ہے:

ضیاء کا لفظ شدید روشنی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جب کہ نور تیز اور مدہم دونوں قسم کی روشنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مدہم روشنی کے لیے ضیاء کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ اسی لیے قرآن میں سورج کو ضیاء اور چاند کو نور کہا گیا ہے۔ (یونس: ۵)

ضیاء میں حرارت اور جلانے کی صفت بھی پائی جاتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے راقم الحروف کی کتاب تفسیر معارف البیان)

اسی لیے شریعت موسوی اور تورات کے لیے ضیاء اور نور دونوں الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ (الانبیاء: ۲۸، المائدہ: ۴۴)

کیونکہ اس میں آسان احکام کے ساتھ سخت احکام بھی ہیں جب کہ قرآن کے لیے لفظ نور استعمال کیا گیا ہے۔ (دیکھیے: المائدہ: ۱۵،

الاعراف: ۱۵۷) کیونکہ شریعت محمدی آسان ہے۔

صبر کو ضیاء کہنے کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں جن مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے صبر ان سب کو جلا کر رکھ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی مدد صبر و استقامت کرنے کے نتیجے میں نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۱۵۳]

”ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ کی) مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

لہذا جب انسان مصائب و آلام میں گرفتار ہو جائے اور اسے طرح طرح کے جھیلوں سے واسطہ پڑے، زندگی کی تاریکیاں اسے اپنی پلیٹ میں لینے لگیں تو اس وقت روشنی کے مینار صبر کی کرنوں سے مستنیر ہو کر تاریکیوں کو اجالوں میں بدلنا چاہیے۔ صبر کے ساتھ انسان مصائب سے بحفاظت گزر جاتا ہے۔

صبر سے مراد اللہ کی اطاعت اور نیکی پر استقامت بھی ہے اور گناہ کی طرف دعوت دینے والے اسباب اور خواہشات کا مقابلہ کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرنا بھی، اس کے علاوہ دنیا میں پیش آنے والے حادثات و مصائب کے موقع پر جزع فزع سے پرہیز کرنا اور گناہ کی طرف راغب نہ ہونا بھی صبر میں شامل ہے۔ یہ وصف ایک روشنی کی طرح زندگی کے سفر میں ہر قدم پر راہنمائی کرتا ہے۔ بعض علماء نے صبر کی وضاحت روزہ سے کی ہے کیونکہ روزہ بھی گناہ کے جذبات کو مغلوب کر کے دل کو روشن کر دیتا ہے۔

(شرح ابن ماجہ: ۳۱۰/۱ از مولانا عطاء اللہ ساجد)

اسی لیے صحیحین کی حدیث میں ہے:

((ان الله عز وجل يقول: كل عمل ابن آدم له

الا الصيام فانه لى وانا اجزى به لانه ترك

شهوته وطعامه وشرابه من اجلى .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۸۹۴، صحیح

مسلم، رقم الحديث: (۱۱۵۱)

”اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے سوائے روزے کے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا کیونکہ اس (روزے دار) نے اپنی خواہش اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑا۔“

اس حدیث میں روزے کے غیر محدود اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح صبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

[الزمر: ۱۰]

”بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔“

ایمان و تقویٰ کی راہ میں مشکلات بھی ناگزیر اور شہوات و لذت نفس کی قربانی بھی لازمی ہے، جس کے لیے صبر کی ضرورت ہے، اس لیے صابرین کی فضیلت بھی بیان کر دی گئی کہ ان کو ان کے صبر کے بدلے میں اس طرح پورا پورا اجر دیا جائے گا کہ اسے حساب کے بیانیوں سے ناپنا ممکن ہی نہیں ہوگا، یعنی ان کا اجر غیر متناہی ہوگا کیونکہ جس چیز کا حساب ممکن ہو، اس کی تو ایک حد ہوتی ہے اور جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو، وہ وہی ہوتی ہے جس کو شمار کرنا ممکن نہ ہو۔ صبر کی یہ وہ عظیم فضیلت ہے جو ہر مسلمان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس لیے کہ جزع فزع اور بے صبری سے نازل شدہ مصیبت ٹل نہیں جاتی، جس خیر اور فائدے سے محرومی ہوگئی ہے وہ حاصل نہیں ہو جاتا اور جو ناگوار صورت حال پیش آچکی ہوتی ہے اس کا دفاع ممکن نہیں۔ جب یہ بات ہے تو انسان صبر کر کے وہ اجر عظیم کیونکہ حاصل کرے جو صابرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

(تفسیر احسن البیان، ص: ۷۵۲)

صبر کرنا مومن کے لیے باعث خیر ہے۔ مشکلات میں صبر کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ

قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رُجُوعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝﴾

[البقرة: ۱۵۵-۱۵۷]

”اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے، وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

۷۔ قرآن سے تعلق:

قرآن مجید کے نزول کے بعد کوئی فرد اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتا، کیونکہ آدمی کے لیے قرآن مجید کی دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہوگی: جو شخص قرآن مجید کو پڑھے گا اور سمجھ کر اس پر عمل کرے گا قرآن اس کے حق میں گواہی دے گا اور جہنم سے چھڑائے گا اور جنت میں لے جائے گا۔ اور جو اس سے روگردانی کرے گا، اُس کی پروا نہیں کرے گا، اس کی بے ادبی کا مرتکب ہوگا اور اس کے احکام کو ٹھکرا دے گا تو روز قیامت قرآن اس کے خلاف گواہی دے گا حتیٰ کہ اسے ہانک کر جہنم میں لے جائے گا۔ حدیث نبوی میں ہے:

((فمن جعله امامه قاده الى الجنة ومن جعله خلف ظهره قاده الى النار.))

(مستدرک حاکم، ابن ماجہ)

”جس نے اسے اپنا راہبر بنا لیا اسے جنت میں لے جائے گا، اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا، اسے جہنم رسید کر دے گا۔“

قرآن مجید میں اس بات کی وضاحت کئی مقامات پر موجود ہے کہ قرآن مومنوں کے لیے باعث شفا اور باعث رحمت ہے جب کہ ظالموں کے لیے خسارے کا باعث ہے۔ چند ارشادات ملاحظہ کیجیے:

﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا﴾

[البقرة: ۲۶]

۸۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی:

انسان اپنے اعمال کی بنا پر کامیاب یا ناکام ہوگا، وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ ہر شخص اپنے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کی صورت میں اپنا سودا اس کے ساتھ کر لیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرالیں گے۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنے آپ کو شیطان اور نفسانی خواہشات کے آگے فروخت کر دیتے ہیں۔ لہذا وہ اپنے آپ کے قیامت کے دن ہلاک کر ڈالیں گے۔ کبھی کبھار اسے اس کے عمل کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ دنیا میں اگر اعمال کا بدلہ نہ بھی ملے آخرت میں اس کی جزا و سزا یقینی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۚ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۚ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۚ﴾

[النجم: ۳۹-۴۱]

”اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی کچھ ہے جس کی اس نے سعی کی، اور بلاشبہ اس کی کوشش و محنت جلد دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“
اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال کا اختیار انسان کو دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾

[الدھر: ۳]

”یقیناً ہم نے انسان کو راستے کی ہدایت دی، خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔“

وہ مومن قابل تعریف ہے جو اللہ سے اپنا سودا کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو جہنم سے نجات دلا کر اللہ کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ

وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝﴾ [البقرة: ۲۰۷]

”اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا مندی

”وہ اس کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔“

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كُفْرُونَ ۝﴾ [التوبة: ۱۲۴، ۱۲۵]

”تو جو لوگ ایمان لائے ہیں، اس (سورت) نے انھیں ایمان میں زیادہ کیا ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے تو اس (سورت) نے ان کی (پہلی) پلیدی پر مزید پلیدی کا اضافہ کر دیا اور وہ مرتے دم تک کافر ہی رہے۔“

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾

[بنی اسرائیل: ۸۲ نیز دیکھیں حم السجدة: ۴۴]

”اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، اور وہ ظالموں کو خسارے میں ہی زیادہ کرتا ہے۔“

قرآن ان لوگوں کے خلاف حجت ہوگا جو اسے چھوڑ دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے خلاف خود اللہ کے رسول ﷺ مقدمہ دائر کریں گے، چنانچہ آپ ﷺ فرمائیں گے:

﴿يَرْبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾

[الفرقان: ۳۰]

”میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔“

ارشاد نبوی ہے:

((ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواما ويضع به اخرين .)) (صحیح مسلم)

”یقیناً اللہ اس کتاب کے ذریعے سے بہت سی اقوام کو بلند کرتا ہے اور دوسروں کو پستی پر دے مارتا ہے۔“

حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو (اس کے ہاتھ) بیچ ڈالتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بہت شفیق ہے۔“
ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“
نفس انسانی کی دونوں کیفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۖ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۖ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾

[الشمس: ۷-۱۰]

”اور (انسانی) نفس کی (قسم) اور جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس نے اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس پر الہام کیا، یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور یقیناً وہ نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کر لیا۔“

نامرادوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ [الزمر: ۱۵]

”کہہ دیجیے! یقیناً خسارہ اٹھانے والے تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے روزِ قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا، خبردار یہی کھلا خسارہ ہے۔“
یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ﴾ [التحریم: ۶]

”ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تند مزاج اور سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ۲۱۴]

”اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔“

تو اللہ کے رسول ﷺ نے قریش کو بلایا، وہ جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے خاندانوں کے الگ الگ نام لے کر اور مجموعی طور پر بھی مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو۔

بعض احادیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اشتروا أنفسكم من الله .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۵۳)

”اپنے آپ کو اللہ سے خرید لو۔“

یعنی اچھے اعمال کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ کے عذابوں سے بچالو۔

خلاصہ کلام اور حدیث سے مستفاد باتیں:

۱: نبی اکرم ﷺ کو جامع کلمات عطا کیے گئے تھے۔

۲: اسلام دین نفاذ و طہارت ہے۔ اس میں نجاستوں کے ازالے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔

- ۱۷: عبادات و اعمال صالحہ (نماز صبر وغیرہ) اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول اور آخرت کی مشکلات سے بچنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔
- ۱۸: زکاة کے لیے لفظ صدقہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ (صدقات واجبہ میں سرفہرست زکاة ہے۔)
- ۱۹: قرآن مجید پر عمل کرنا جنت میں داخلے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ جو شخص قرآن پر عمل نہیں کرتا قرآن اسے دھکیل کر جہنم میں لے جاتا ہے۔
- ۲۰: ہر شخص اپنے عمل کی بنا پر ہی جنت میں داخل ہوگا۔ (اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل بھی مطلوب ہے۔)
- ۲۱: کامیابی سے ہمکنار ہونے اور ناکامی سے بچنے کے لیے انسان کو یومیہ بنیادوں پر محنت اور کوشش کرنی چاہیے۔

ضروری اعلان

- ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:
- ⊙ مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
 - ⊙ مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
 - ⊙ جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
 - ⊙ مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

- ۳: نماز کے لیے طہارت کا ہونا شرط ہے۔ (وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔)
- ۴: طہارت ایمان کا حصہ ہے۔ (اعمال بھی ایمان میں داخل ہیں، نیز وہ ایمان کی دلیل ہیں۔)
- ۵: پاک صاف رہنے والے لوگ اپنے اللہ کے پیارے ہیں۔ (محبوبان الہی اپنے آپ کو گندگی سے الگ رکھتے ہیں۔)
- ۶: ظاہری طہارت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ (مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے دل کو نجاستوں اور غلاظتوں سے محفوظ رکھے، اسے کینہ، بغض، حسد، ناجائز شہوات اور ہوس دینا وغیرہ سے بچائے۔)
- ۷: جب وضو کرنے کو جی نہ چاہتا تو تب بھی سنوار کر وضو کرنا باعث فضیلت ہے۔
- ۸: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا عظمت و فضیلت والا عمل ہے۔
- ۹: بہت سے اذکار کو مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے جن کا تعلق کسی مخصوص وقت یا جگہ سے نہیں ہے۔ (جبکہ کئی اذکار وہ ہیں جو اوقات و منازل کی مناسبت سے کیے جاتے ہیں جیسے صبح و شام، گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے وقت کے اذکار وغیرہ ذلک۔)
- ۱۰: قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ بعض اعمال کا وزن کم اور بعض کا زیادہ ہوگا۔ (وسیع و عریض میزان سے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔)
- ۱۱: بہت سے اعمال کا بدلہ انسان کو دنیا میں بھی ملتا ہے۔ (آخرت کا بدلہ تو یقینی ہے۔)
- ۱۲: تسبیح سے تحمید کا ثواب زیادہ ہے۔
- ۱۳: تسبیح و تحمید کو ملا کر پڑھنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔
- ۱۴: اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔
- ۱۵: ہر قسم کی حمد و ثنا کا اصل مستحق اللہ ہی ہے۔
- ۱۶: اصلاح اخلاق میں نماز نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔

عدل وانصاف کے راہ نما اصول

عطاء محمد جنجوعہ

ڈکیتی اور عصمت دری کے واقعات پر کنٹرول کرنے میں وہ ناکام ہو چکی ہے۔ آخر کیوں؟

ہم نے حاکم مطلق، شہنشاہ عالم اور رب کائنات کے الہامی قانون کو پس پشت ڈال کر عوامی قانون کو اپنے سینوں پر سجایا ہوا ہے۔

جسٹس ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ کے مطابق امریکا میں آبادی کے لحاظ سے ہر ایک لاکھ میں سے ۵۶۵ افراد قیدی تھے۔ ہر چودہ منٹ میں ایک امریکی قتل ہو جاتا ہے۔ امریکی محکمہ انصاف ۱۹۹۵ء کی رپورٹ کے مطابق سالانہ پانچ لاکھ زیادتی کے واقعات ہوتے ہیں۔ جو ہر منٹ میں ایک زیادتی کا واقعہ ہے۔ (روزنامہ خبریں، ۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء)

ایک اور رپورٹ کے مطابق امریکا کے صرف ایک بڑے شہر نیویارک میں ایک سال کے دوران نوے ہزار ڈکیتی کی وارداتیں ہوئیں اور برطانیہ کے دارالحکومت لندن میں چوری کی پونے دو لاکھ وارداتوں کو ریکارڈ پر لایا گیا۔ ان دو شہروں میں اوسطاً ہر تیس سیکنڈ میں ایک عورت کی جبری آبروریزی کی جاتی ہے۔

(ہفت روزہ تسخیر لاہور، ۷ مارچ ۱۹۹۶ء)

یہ برطانیہ اور امریکا میں جرائم کی شرح ہے جو عالم اسلام میں بزور قوت عوامی قانون کو نافذ کر رہے ہیں۔ جب کہ ۱۹۶۵ء میں دولت مشترکہ کے ماہرین قانون کی کانفرنس منعقدہ سڈنی میں غیر مسلم قانون دانوں کی طرف سے اس بات کا برملا اظہار کیا گیا کہ دنیا کے بڑھتے ہوئے جرائم کی سرکوبی اور استحصال کے لیے اگر کوئی قانون مؤثر ہو سکتا ہے تو وہ اسلامی نظام عدل اور اسلامی حدود و تعزیرات ہیں۔ افسوس مسلم ماہرین پر ہے جو اسلام کے نظام عدل کے نفاذ کے لیے غور و فکر

معاشرے میں عدل وانصاف قوم کو بقا کی ضمانت فراہم کرتا ہے اس کے برعکس جہاں عدل کی بجائے ظلم ہو وہاں فتنہ و فساد پھیلتا ہے۔ اس صورت حال میں نسلی و لسانی اور فرقہ وارانہ تحریکوں کو عوام کے جذبات کیش کرنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ پھر اس قوم کی نظریاتی و جغرافیائی یک جہتی و سلامتی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

ریاست کے شہریوں کی عزت، جان و مال کا تحفظ حکومت کی اولین ذمہ داری ہوتی۔ آپ قومی اخبارات پر نظر دوڑائیں۔ دن دیہاڑے چوری ڈکیتی کی وارداتیں روزمرہ زندگی کا معمول بن چکی ہیں۔ اگر کوئی مزاحمت کرتا ہے تو اُسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے۔ کسی معاملے میں معمولی تلخ کلامی پر فائر کھول دیا جاتا ہے۔ مساجد، امام بارگاہوں اور بازاروں میں بم دھماکوں کے دوران بے گناہ افراد ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کے جسموں کے پرچے اڑ جاتے ہیں۔ اپنوں کی لاشوں کو پہچاننا معمہ بن جاتا ہے۔ سکول جاتی ہوئی طالبات کو اغواء کر لیا جاتا ہے۔ ان کی عصمت کو داغ دار کرنے کے بعد موت کے منہ میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔ اس درندگی کی خبر سن کر حکومتی سربراہ مردہ بچی کی ماں کے قدموں میں چند لاکھ روپے رکھ دیتا ہے۔ کیا یہ انصاف کی فراہمی ہے؟

پہلی بات تو یہ کہ مجرم قانونی گرفت میں نہیں آتے اگر پکڑے جائیں تو تفتیش کے دوران عموماً بھاری رشوت یا سیاسی دباؤ کی وجہ سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ بصورت دیگر چند ماہ جیل میں رہ کر نئے شکار کی تلاش میں سرکوں پر دندا تے پھرتے ہیں۔ حکومت تحفظ عامہ کے تحت جگہ جگہ پولیس چوکیاں قائم کر رہی ہے اس کے باوجود قتل،

کیوں نہیں کرتے۔

عدل و انصاف قرب الہی کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ [المائدة: ۸]

”عدل کرو یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔“

عدل و انصاف برابری کو کہتے ہیں۔ گویا انصاف کے ترازو کو برابر رکھنا تقویٰ پر ہیزگاری کی علامت ہے۔ عدل کا دار و مدار تین باتوں پر ہے: سچی گواہی، منصف کا کردار اور ضابطہ قانون۔

اللہ نے گواہوں کو تنبیہ فرمائی:

”اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوش نودی مولا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے۔ وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے اس لیے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑنا۔“ (النساء: ۱۳۵)

رب ذوالجلال نے عدل کرنے والوں کو حکم دیا:

”اللہ تعالیٰ تمہیں تاکید کرتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انھیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے بے شک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔“

(النساء: ۵۸)

سماجی، ازدواجی، معاشرتی و معاشی اور وراثتی معاملات میں انصاف کا ترازو قائم رکھنے کے لیے اصول و ضوابط کو قانون کہا جاتا ہے۔ جن کو مد نظر رکھ کر جج فیصلہ صادر کرتا ہے۔ اگر کوئی فرد ذاتی سوچ بچار سے ضابطہ جاری کرے تو ایسے قانون کو آمرانہ کہا جاتا ہے۔ اگر عوام یا اُن کے منتخب نمائندے ضابطے تیار کریں تو اُسے عوامی قانون کہتے ہیں۔ اُن کے برعکس اللہ نے مخلوق کے تنازعات کو حل کرنے

کے لیے انبیائے کرام پر کتب و صحائف نازل کیے اُن کو الہامی قانون کہتے ہیں۔

انسان دین فطرت پر پیدا ہوتا ہم شیطان کے بہکاوے میں جرم سرزد ہو جاتا ہے۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ انسان خیر و شر میں تمیز کر سکتا تو کائنات میں فتنہ و فساد برپا نہ ہوتا اگر وہ انسانی بد امنی کے خاتمہ کے لیے قانون سازی کرنے کی صلاحیت پر کامل عبور رکھتا تو اللہ تعالیٰ کا انبیائے کرام پر وحی کے ذریعے امن و سلامتی کے ضابطے نازل کرنا چہ معنی دارد۔

خلافت اسلامیہ کے سنہرے دور میں اسلامی قانون نافذ رہا۔ قاضیوں نے بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب فیصلے کیے۔ مقامی غیر مسلموں نے شرعی عدل و انصاف سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

عالم اسلام میں سعودی عرب ایسا ملک ہے جہاں عدالتوں میں شرعی قانون نافذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں جرائم کی شرح نہایت کم ہے۔ سال ۱۹۹۵ء میں قتل کے صرف پچاس مجرموں کے سر قلم کیے گئے۔ شرعی قانون کی برکات کی بدولت سعودی عرب میں امن و سلامتی کا یہ عالم ہے کہ اذان کی آواز سنتے ہی لوگ اپنی دکانیں کھلی چھوڑ کر باجماعت نماز میں شامل ہو جاتے ہیں اور رات کو بے فکری سے گہری نیند سوتے ہیں۔ جدید مسلم مفکرین کا خیال ہے جو ملک اقتصادی لحاظ سے خوش حال ہو وہاں اسلامی حدود و قیود نافذ ہو سکتی ہیں ورنہ بے سود ثابت ہوتی ہیں۔ اُن کا موقف ہے لوگ غربت کی وجہ سے چوری کرتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں التماس ہے کہ سعودی عرب کنگال تھا۔ آل سعود نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اسلامی حدود و قیود پر عمل کیا تو اللہ کریم نے اُن کو تیل کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ مدینہ منورہ میں اُس وقت اسلامی قانون نافذ ہو چکا تھا۔ جب کائنات کے امام ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ تاہم شرعی قانون کی برکات کی وجہ سے وہ خیر کثیر کی نعمت سے سرفراز ہو گئے۔

- مدعی اور مدعا علیہ کی معاونت کے لیے اسلامی قانون کے ماہرین کو ہی راہنمائی کی اجازت دی جائے۔
- حکومت کا تب اور قانونی تحفظ فراہم کرے۔
- مظلوم کو انصاف مفت مہیا کیا جائے البتہ جرم ثابت ہونے پر مجرموں سے عدالتی واجبات وصول کیے جائیں۔
- انصاف کے حصول کو آسان اور سہل بنانے کے لیے عدالتی کارروائی، عدالتی فیصلے اور قانونی ضابطے قومی زبان میں جاری ہوں۔
- قاضی غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے اور وہ کسی قسم کی منشیات کا عادی نہ ہو۔
- انسانی فطرت ہے کہ پہلے ہمدردی مقتول کے ورثاء کے ساتھ ہوتی ہے تاخیر ہو جانے پر قاتل کے اہل و عیال پر ترس آتا ہے۔ اس لیے فیصلہ کرنے اور سزا دینے میں تاخیر نہ کی جائے۔
- قاضی کی تنخواہ معقول ہو جو اہل و عیال کے خرچ کے لیے کافی ہو تا کہ رشوت تو درکنار ہدیہ بھی قبول کرنے کے بہکاوے میں نہ آئے۔
- اسلامی حدود و قیود میں سفارش کرنا کرنا اور قبول کرنا جائز نہیں۔ حلف نامہ میں اسے شامل کیا جائے۔
- عدلیہ اور انتظامیہ کی ہم آہنگی سے عدل وانصاف برقرار نہیں رہتا اس لیے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ رکھا جائے۔
- جمعہ کے دن ملزمان کو برسر عام سزا دی جائے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔
- چوری، ڈکیتی کی صورت میں اصل ملزم نہ ملنے کی صورت میں ضلعی انتظامیہ مدعی کے مالی نقصان کو پورا کرے۔
- قاتل کی عدم دستیابی یا فرار ہو جانے یا مقدمہ کی کارروائی کے دوران نامزد ملزمان کے بے گناہ ہونے کی صورت میں حکومت سرکاری خزانہ سے مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرے۔
- قاضی نصاب مقرر کیا جائے ملک کے معروف تعلیمی اداروں میں

- اسلامی قانون کی بنیاد رضائے الہی کی خاطر اس کے بندوں کے درمیان عدل وانصاف اور امن و سلامتی کا قیام ہے۔ شرعی قانون میں حدود و تعزیرات کا مقصد زمین سے فتنہ و فساد کا خاتمہ کرنا اور شہریوں کی عزت، جان اور مال کا تحفظ کرنا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے:
- اسلامی ریاست میں شرعی قانون کے نفاذ کے لیے قرآن و سنت کو سپریم لاکہ حیثیت دی جائے کوئی فرد، ادارہ یا محکمہ اس سے مستثنیٰ نہ ہو۔
- شورائی نظام کے تحت اہلیت و صلاحیت کی بنیاد پر گاؤں اور شہری محلہ کی بنیاد پر مقامی امیر کا تعین کیا جائے جو ابتدائی نوعیت کے معاملات نکاح، طلاق و وراثت جیسے خانگی مسائل کے بارے میں تنازعات کو پُر امن انداز میں حل کرے۔ اہم امور میں اس کی ابتدائی رپورٹ پر مقدمہ درج کیا جائے۔
- مقامی امیر تارک صلاۃ، بے حرمتی رمضان و فحاشی و عریانی میں ملوث افراد کو موقع کی مناسبت سے مناسب سزا دینے میں با اختیار ہو۔
- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول سیاست شرعیہ کی بنیاد دوستو تنوں پر قائم ہے۔ ایک ہے مناصب اور عہدے اہل تر لوگوں کو دینا اور دوسرا عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ اس لیے اسلامی قانون کے ماہرین عدالتی جج مقرر کیے جائیں جو علم و تقویٰ میں معروف ہوں عدلیہ کے حاضر حال جج صاحبان کو معروف یونیورسٹی سے شرعی قانون کی تعلیم و تربیت دی جائے۔
- تھانہ کی سطح پر جج مقرر کیے جائیں۔ قتل، چوری، ڈکیتی اور زنا جیسے سنگین نوعیت کے جرائم کی صورت میں مدعی تھانہ کے جج کی خدمت میں وقوعہ سے متعلق ثبوت فراہم کرے۔ جج درست اور مناسب کارروائی کے بعد تھانہ کے پولیس انچارج کو ملزمان کی گرفتاری کا حکم صادر کرے۔

قاضی کلاس کا اجراء کیا جائے۔

① ثانوی تعلیم میں ”عدل“ کے عنوان سے ایک مضمون شامل نصاب ہو جس میں تعلیمی معیار کے مطابق اسلامی عدل وانصاف کے احکامات اور واقعات درج ہوں تاکہ طلباء جوان ہو کر زندگی کے ہر شعبہ میں عدل وانصاف کا معیار قائم رکھ سکیں۔

② عدالتی قانون کا ماخذ قرآن و سنت ہو۔ اگر پیش آمدہ مسئلے کا واضح حکم نظر نہ آئے تو سلف صالحین کے اجماع سے مدلو۔ اگر اس قسم کا مقدمے کا سامنا ہو جائے جس کے بارے قرآن و سنت یا اجماع خاموش ہو تو اس صورت میں جج اجتہاد کر کے رائے قائم کرے۔ بشرط کہ وہ اس کا اہل ہو۔

③ تھانہ کی سطح پر جج کے فیصلہ سے مدعی اور مدعا علیہ مطمئن نہ ہوں تو انھیں صرف ضلعی عدالت میں اپیل کرنے کا حق حاصل ہو۔ ضلعی عدالت کے فیصلہ کے بعد مبینہ ملزموں کو سزا دینے میں تاخیر نہ کی جائے۔

عالمی اسلامی عدالت:

خلافت اسلامیہ کی عظمت کا راز عدل وانصاف تھا۔ اگرچہ ذمیوں کے ذاتی نوعیت کے فیصلوں کے لیے ان کے اپنے جج مقرر تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے تنازعات کے فیصلوں کے لیے اسلامی عدالت کا رخ کرتے اور ان فیصلوں پر اطمینان کا اظہار کرتے۔

عصر حاضر کے مسلم ممالک کسی مسئلے پر الجھ پڑیں تو اقوام متحدہ کی بین الاقوامی عدالت پر دستک دیتے ہیں جن پر یہود و نصاریٰ کا کنٹرول ہے۔ اسلام میں مسلمانوں کو غیر مسلموں سے فیصلہ کرانے سے منع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے تنازعات ختم کرانے کے لیے اپنوں میں سے کسی عادل کو اپنا حاکم مقرر کریں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ او۔ آئی۔ سی عالمی اسلامی عدالت قائم کرے۔ اسلامی قانون کے ماہرین کو قاضی مقرر کیا جائے جو فیصلہ کرنے میں خود مختار ہوں جس پر کسی اسلامی ملک کی اجارہ داری نہ ہو۔ دو مسلم ریاستوں میں سرحدی، مالیاتی یا نظریاتی اختلاف رونما

ہو جائے تو اس سلسلے میں عالمی اسلامی عدالت کا فیصلہ حتمی ہو۔

امارت اسلامیہ میں شرعی قانون تعبیر میں کسی صورت میں اختلاف رونما ہو جائے تو اپیل کرنے پر عالمی اسلامی عدالت کو وضاحت کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ او۔ آئی۔ سی میں شامل ممالک اس پر عمل کرنے کے پابند ہوں۔

امارت اسلامیہ کی عدالت عالیہ کے فیصلوں کے خلاف اہم امور سے متعلق عالمی اسلامی عدالت میں اپیل کرنے کا حق حاصل ہو۔ اسلامی ممالک غیر مسلم ممالک سے امور طے کرتے وقت قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سے مشورہ کرنے کے پابند ہوں۔ غیر مسلموں سے تنازعات کی صورت میں ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ اسلامی عدالت کا رخ کریں۔

عالمی اسلامی عدالت کے جج صاحبان اسلامی قانون کے ماہر ہوں تاہم دیگر عالمی قوانین سے بھی واقف ہوں کیونکہ مسلم و غیر مسلم میں تنازعہ پر فیصلہ کرتے وقت اسلامی قانون کی فطری حقانیت و افادیت کو اجاگر کر سکے اور اس امر پر غیر مسلم قانون کی خامیوں کی نشان دہی کر سکے۔ تاکہ دنیا اس حقیقت کا ادراک کر لے کہ عالمی امن کا قیام قرآن و سنت کے نفاذ میں مضمر ہے۔

الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ (ادارہ)

پاکستان کا مطلب کیا؟

قاری محمد حسن سلفی

روشنی اسے مسلم ہسپانیہ سے ہی ملی تھی اور اب بھی بہت سی اصطلاحات وہ استعمال ہو رہی ہیں جو مسلم سائنسدانوں سے لی گئی ہیں۔ تحصیل علم کی رغبت دلائیے اس کے لیے قوم کو جھنجھوڑیے خوب جھنجھوڑیے لیکن اپنے عظیم الشان ماضی سے تعلق توڑے بغیر روشن مستقبل کی طرف راہنمائی کیجیے۔ ہمارے پاس ٹیلنٹ کی کمی نہیں امت مسلمہ کے نوہمالان بے پناہ خوبیوں کے مالک ہیں اور کسی بھی میدان میں کسی سے پیچھے نہیں

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اور رہی بات پاکستان کا مطلب کیا؟ تو پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس کا جواب صرف اور صرف ”لا الہ الا اللہ“ ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ تب تک تحریک پاکستان میں جان نہیں پڑی تھی جب تک یہ نعرہ زبان زد عام نہیں ہوا تھا۔ یہ خطہ ارضی نظریاتی اساسوں پر معرض وجود میں آیا ہے اس کے ماضی کو گدلا نہ کیجیے۔ قوم کی زبان سے اس کی شان و شوکت والے الفاظ نہ چھینے۔ یہ ملک اسلام اور کلمہ طیبہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کے لیے ہمیں یورپ سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کا سب سے پہلا پیغام ”افراد“ ہے قرآن مقدس اہل علم کے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [العلق: ۴]

”اس ذات نے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا۔“

﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [الرحمن: ۴]

”اس کو بیان کرنا سکھایا۔“

گزشتہ دنوں ٹیلی ویژن کے مختلف چینلز پر ایک پیغام مسلسل نشر ہو رہا تھا کہ لکھنے پڑھنے کے سوا پاکستان کا مطلب کیا؟

پاکستان کی روز افزوں آبادی اور حکومتی بے حسی اور غلط پالیسیوں کے تناظر میں ناگفتہ بہ حالات کو سنوارنے اور تعلیم کی طرف قوم کی توجہ مبذول کروانے اور ان کی بہتری کے لیے یہ قابل قدر کوشش ہے۔ امید ہے کہ یہ کوشش ملک سے چائلڈ لیبر کے خاتمے اور حکمرانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے مدد و معاون ثابت ہوگی۔ لیکن ان چینلز کے مالکان اور خصوصاً یہ پیغام نشر کرنے کروانے والوں کے لیے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

لکھنے پڑھنے کے سوا پاکستان کا مطلب کیا؟ کے الفاظ سے یہ بو محسوس ہو رہی ہے کہ خدا خواستہ نئی نسل کو صرف تعلیم اور اس سے بھی مراد انگریزی ثقافت اور ان کی نقالی پر لگا کر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو کمزور کرنا تو مقصود نہیں۔ اس ضمن میں کچھ باتیں تو صحیح کہی جا رہی ہیں اور کچھ حقائق کے منافی ہیں۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ ضروری نہیں کہ بچے نیچے والے کا بیٹا بھی بچے نیچے اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں سے بوتلیں اکٹھی کرنے والے بچے سکول نہ جائیں اور گلیوں میں مارے مارے پھریں۔ ایسے لوگوں کو تعلیم کی اہمیت و افادیت یاد دلائیے لیکن امت مسلمہ کے اکابرین کی پکڑیاں نہ اچھالیں کہ جب ہندوستان میں تاج محل بن رہا تھا تو اس وقت یورپ میں فلاں فلاں یونیورسٹیاں قائم ہو رہی تھیں۔ کیا آپ یہ بتانا پسند نہیں کرتے یا اتنی جرأت نہیں یا پھر ذہنی مرعوبیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ یہی یورپ جب اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا تو علم کی

علمی میدان میں کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں مسلمانوں کے کارہائے نمایاں دنیا کے علم و فن کو راہنما اصول فراہم نہیں کرتے۔ امت مسلمہ کی کم کوشی اور بے عملی کی کیفیت، طاؤس و رباب میں غرقابی اور مد ہوشی کو دور کرنے کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے لیکن ایسی نہیں جو دین، نظریہ اور کلمہ اور بنیادی نعرہ سے دور کر دے۔ ان الفاظ میں مناسب تبدیلی کے ساتھ یہ مشن جاری رکھیے بے رحم حکمرانوں کو خواب غفلت سے ہوشیار کیجیے تاکہ ہمارے ملک سے چائلڈ لیبر کا خاتمہ ہو اور تعلیم مفت اور عام ہو اور ہر بچہ تعلیم حاصل کرے نہ کہ میلے کچیلے کپڑے پہن کر پیٹ کا ایندھن اکٹھا کرنے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرے۔

خود پیغمبر اسلام نے جنگ بدر (جو اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا) کے ستر (۷۰) قیدیوں سے فرمایا: ایک ایک قیدی ہمارے ۱۰، ۱۰ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے یہی اس کی آزادی کا فدیہ ہے۔

قرآن واضح الفاظ میں ﴿اَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلة: ۱۱] اور ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر: ۹] بیان کر رہا ہے تو پھر علم کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ عوام الناس پاکستان کا مطلب جانتے ہیں بلکہ اسی کے فیوض و برکات سے ہم بہرہ مند ہو رہے ہیں اور اب بھی اسی کلمہ لا الہ الا اللہ کے فیوض و ثمرات سے شرمندہ ہونے کے خواہاں ہیں۔ اسے سیکولر اسٹیٹ بنانے اور انگریز کی غلامی میں دینے کے لیے ایسے الفاظ سے خاصی تشویش محسوس ہو رہی ہے۔

بقیہ: صیام رمضان من الإسلام

کے خیال سے حکم نماز میں بھی ترمیم کرتے اور ان کے طفیل سے کلکتہ وغیرہ گرم شہروں کے رہنے والوں کے لیے نمازوں (خصوصاً نماز ظہر) کے بدلے کوئی آنہ پائی فدیہ کفارہ تجویز کر دیتے تو ان کے اتباع جو قدیمی عادت کے سبب ہنوز نماز کے پابند ہیں اس مصیبت سے رہائی پاتے جیسی مصیبت روزہ سے خلاصی پائے ہیں اور شبانہ روز اس مسئلہ کے موجد کے لیے دعائیں کرتے ہیں شاید آئندہ اسی تجویز میں ہوں۔ ۱۰ اللہم احفظنا منہ۔

حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ کہ حکم فرضیت صیام علی الاطلاق دلائل (قطعیہ کتاب و سنت و تعامل امت) سے ثابت ہے اور اچھے بھلے آدمی کے لیے روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کی اجازت ایک آئینہ مشتبہ و مجمل و احتمالات کثیرہ کی محتمل سے نکالی جاتی ہے اور اس کی تائید میں اپنے وہی خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مومن متبع شریعت کو چاہیے کہ قطعیات و ضروریات دین کو اشتباہی امور سے نہ چھوڑے۔ اور اہل نیچر کے وہی مغالطات سے بچتا رہے اور اپنے قدیمی متواتر اسلام و شعائر پر ثابت قدم رہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

والحمد لله رب العالمین۔

۱ مولانا مرحوم کی فراست ایمانی درست ثابت ہوئی اس فرقہ (نیچری) کی بعض شاخوں نے (منکرین حدیث) تین نمازیں تجویز کیں بعض نے بالکل اڑا دیں اور بعض نے کہا مثلاً مسٹر پرویز کہ نظام صلاۃ قائم ہونے تک مصلحتاً مرتبہ نمازیں پڑھتے جاؤ۔ (مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ)

سن تاسیس

۱۹۵۲ء

علوم عربیہ کی عظیم قدیمی دینی درسگاہ

دارالحدیث اوکاڑا

زیر اہتمام

انجمن
اہل حدیث
رجسٹرڈ اوکاڑا

بانیان: ○ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ابو محمد عبد الجبار محدث کھنڈیلوی رحمہ اللہ

○ مولانا قاضی محمد رمضان ○ مولانا عبدالعزیز ○ صوفی محمد طفیل ○ موجودہ صدر الحاج محمد انوار الحق اور ○ میاں محمد زماں سابق وفاقی وزیر

الحمد للہ دارالحدیث خالص دینی تعلیمی ادارہ ہے جو عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی تعلیم میں مصروف ہے۔ سینکڑوں علماء فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک خدمت دین میں مصروف ہیں۔

اساتذہ

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی ہر سال بخاری شریف کا درس دیتے ہیں۔ ان کے ساتھ سات قابل ترین مفتی مشفق اساتذہ شعبہ کتب و حفظ میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ جات: ادارہ میں درج ذیل شعبہ جات ہیں:

۱: درس نظامی تا دورہ حدیث بمطابق نصاب وفاق المدارس السلفیہ۔
۲: شعبہ تحفیز القرآن مع التجوید۔ ۳: علوم عصری مڈل، میٹرک تا ایف اے تعلیم کا بندوبست۔ ۴: کمپیوٹر لیب۔ ۵: دارالافتاء۔ ۶: شعبہ حفظ و ناظرہ۔ ۷: فری ہو میوڈ پسٹری۔ ۸: شعبہ تبلیغ

داخلہ

ادارہ میں داخلہ اشوال کو ہوتا ہے۔ مڈل میٹرک پاس طلباء کے لیے سنہری موقع۔ شعبہ کتب تمام درجوں میں داخلہ ہو سکے گا۔ شعبہ حفظ میں کم از کم پرائمری پاس طلباء ہوں۔ پرائمری پاس طلباء خاص کر چھٹی کلاس میں داخل ہو کر دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ ہوں۔ والد یا سرپرست کا ساتھ آنا لازمی ہے۔

خصوصیات

بخاری شریف پڑھنے والے طلباء کو ماہوار نقد و نفیہ، طلباء کی بہتر تربیت، نظم و نسق پیدا کرنے کی کوشش، اسبوعی اجلاس، سفید وردی، صبح کی سیر، مطالعہ کی پابندی، نماز باجماعت کی تلقین، پرسکون ماحول، اعلیٰ رہائش و خوراک، علاج معالجہ کی سہولت۔

تعمیر: ادارہ کی اپنی ۷ کنال زمین ہے۔ جس پر تعلیمی بلاک کی تعمیر آخری مرحلہ میں ہے جو کہ بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

ایچل: ادارہ کے جملہ اخراجات آپ احباب کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ سالانہ اخراجات موجودہ مہنگائی میں پینتیس لاکھ روپے کے لگ بھگ ہیں۔ آپ ماہ رمضان میں اپنی زکاۃ، عشر، صدقات و خیرات سے بھر پور تعاون کریں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر M.CB 2518-1، راوی روڈ اوکاڑا

الدرعی الی الخیر: عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث اوکاڑا۔ فون نمبر: 0312-4403173 - 044-2521460

طلباء علوم الحدیث کیلئے خوشخبری

۳۳

بفضل اللہ تعالیٰ و توفیقہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر مخصوص فی علوم الحدیث والافتاء زیر نگرانی فضیلۃ الشیخ حافظ **عبدالحمید ازہر** حفظہ اللہ تعالیٰ آغاز ہو رہا ہے جس میں کبار اہل علم حضرات تدریس کے فرائض انجام دیں گے دینی مدارس و جامعات کے فارغ التحصیل حضرات کیلئے استفادہ کا سنہری موقع ہے درخواستیں 27 اگست 2013 تک جمع کروا سکتے ہیں

مشائخ حضرات برائے تدریس

* فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ * فضیلۃ الشیخ ابراہیم خلیل الفضلی حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حافظ محمد انور حفظہ اللہ * فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر اسماعیل محمد امین حفظہ اللہ

یاد رہے کہ
آٹھویں سال میں پڑھنے والے طلباء کو
ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

مشائخ حضرات برائے توسیعی محاضرات

اس سال جامعہ میں بخاری شریف پڑھنے
والے بیرونی طلباء کو خصوصی طور پر داخلے کی
اجازت دی جارہی ہے۔

فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی حفظہ اللہ • فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ • فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فریح الرحمن القرشی حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد عارف حفظہ اللہ • فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالقادر گوندل حفظہ اللہ • فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صفی اللہ حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ • فضیلۃ الشیخ رشاد الحق اثری حفظہ اللہ • فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حامد عبداللہ القریشی حفظہ اللہ الریاض

نوٹ داخلہ تحریری امتحان اور انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا (ن شاہ)

حافظ شیخ محمد شفیق صدر و اراکین جامعہ سلفیہ ٹرسٹ

الداعی الی الخیر

H-8/1 اسلام آباد 051-4432271-2, 0321-5745096

عید مبارک

کھل گیا رحمت کا مے خانہ کہ روزِ عید ہے
شادماں ہے قلب مستانہ کہ روزِ عید ہے
دیکھ کر چاروں طرف رنگینوں کا اژدھام
دل ہوا جاتا ہے دیوانہ کہ روزِ عید ہے
یہ نفاست آشنا منظر یہ تزئین جمال
بن گیا گھر گھر پری خانہ کہ روزِ عید ہے
مٹ گیا ہے لوحِ دل سے داغِ اندوہ و الم
لب پہ ہے خوشیوں کا افسانہ کہ روزِ عید ہے
ہو اگر ممکن تو آبِ کوثر و تسنیم سے
ساقیا لا بھر کے پیانہ کہ روزِ عید ہے
قبلہ رو ہو کر ہر اک مسلم بصدِ عجز و نیاز
سرتنگوں ہے بہر شکرانہ کہ روزِ عید ہے
راتخ عاجز کی جانب سے خدائے ذوالجلال
پیش ہے سجدوں کا نذرانہ کہ روزِ عید ہے

(راتخ عرفانی)